وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا ؕ
اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر (صاف) پڑھا کیجئے
(المزمل: ۴)
تجوید القرآن
تالیف
خلیق احمد مفتی

﴿وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا﴾

اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر [صاف] پڑھا کیجئے (المزمل:۴)

تجوید القرآن

تأليف:

خلیق احمد مفتی

موافقة وزارة الشئون الاسلامية والأوقاف رقم: ٥/٣/٤ مكتب دبي ٧١٥/د

بتاريخ:١١/٨/١٤٢٤هـ الموافق: ٧/١٠/٢٠٠٣م

تصريح وزارة الاعلام والثقافة رقم:أع ش/١٥٩١بتاريخ:١٤/١٠/٢٠٠٣

نام کتاب : تجوید القرآن

طبع اول : ۱۴۲۴ھ مطابق: ۲۰۰۳ء

تألیف : خلیق احمد مفتی

فہرستِ مضامین

عنوان:	صفحہ:
حرفِ آغاز	۷
تعارفِ قرآن:	
قرآن کریم کی تعریف	۱۰
قرآن کریم کی اہمیت	۱۱
قرآن کریم کی فضیلت	۱۱
قرآن کریم کے امتیازی اوصاف	۱۳
تلاوتِ قرآن کریم کے آداب	۱۹
علمِ تجوید:	
علمِ تجوید کی تعریف	۲۳
علمِ تجوید کی غرض وغایت	۲۳
علمِ تجوید کی اہمیت	۲۴
تلاوتِ قرآن کریم کی مختلف کیفیات	۲۵
لحن اوراس کی اقسام	۲۷
الاستعاذہ والبسملۃ	۳۰

عنوان:	صفحہ:
نون ساکن اور تنوین کے احکام:	
اظہار	۳۵
ادغام	۳۷
اقلاب	۴۱
اخفاء	۴۳
میم ساکن کے احکام:	
ادغام	۴۵
اخفاء	۴۵
اظہار	۴۶
نون اور میم مشدد کا بیان	۴۷
تفخیم و ترقیق:	
لفظ جلالہ	۴۹
''را'' کے احکام	۵۱
مدّ کے احکام:	
مدّ اصلی	۵۵
مدّ عوض	۵۶
مدّ بدل	۵۶

مدّتمکین ۵۷
مدّ صلہ صغریٰ ۵۸
مدّ فرعی ٦۰
مدّ متصل ٦۰
مدّ منفصل ٦۱
مدّ صلہ کبریٰ ٦۲
مدّ عارض للسکون ٦۳
مدلین ٦۴
مدّ لازم ٦۵
مدّ لازم کلمی ٦٦
مدلازم حرفی ٦٦
مدّ لازم کلمی مثقل ٦۷
مدّ لازم کلمی مخفف ٦۷
مدّ لازم حرفی مثقل ٦۷
مدّ لازم حرفی مخفف ٦۸
مد کے احکام کا خلاصہ ٦۸

مخارجِ حروف :

جوف ۷۴
حلق ۷۴

لسان (زبان) ٧٤

شفتان (ہونٹ) ٧٧

خیشوم (ناک) ٧٧

صفاتِ حروف :

صفاتِ متضادہ ٧٩

صفاتِ غیر متضادہ ٨٥

صفاتِ حروف کے لحاظ سے ادغام کا بیان :

ادغام المتماثلین ٩٠

ادغام المتجانسین ٩١

ادغام المتقاربین ٩٢

وقف کے احکام :

وقفِ تام ٩٣

وقفِ کافی ٩٤

وقفِ حسن ٩٤

وقفِ قبیح ٩٤

علاماتِ وقف ٩٦

سکتہ ٩٨

امالہ ٩٩

مراجع ١٠٠

بسم اللّٰه الرحمٰن الرحيم

حرفِ آغاز:

الحمدللّٰه ربّ العالمين ، والصّلاة والسّلام علىٰ اشرف الأنبياء والمرسلين ، نبيّنا محمّد وعلىٰ آله وأصحابه أجمعين ، أمابعد :

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا،اس کی جسمانی وفطری ضروریات کی تکمیل کیلئے وسائل مہیا فرمائے،اسے خیروشر میں فرق کرنے کی صلاحیت ، عقل ، اورضمیر کی آواز عطا فرمائی۔اس کے علاوہ اس کی کامل رہنمائی کی غرض سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے وقتاً فو قتاً انبیائے کرام علیہم السلام کومبعوث فرمایااوران پر اپنی کتابیں نازل فرمائیں۔قرآن کریم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ آخری کتاب ہے،جوکہ گذشتہ تمام آسمانی کتابوں کا خلاصہ اوران میں موجود تمام تعلیماتِ الٰہیہ کا نچوڑ ہے،لہٰذا یہ قرآن رہتی دنیا تک تمام انسانیت کیلئے دونوں جہانوں میں صلاح وفلاح کا پیغام اور تمام بنی نوع انسان کیلئے ہدایت ورہنمائی کا دائمی ذریعہ اورسرچشمہ ہے،جو اسے اپنائے اس کیلئے خوشخبری وکامیابی ہے،اور جوکوئی اس سے اعراض کرے اس کیلئے ناکامی ونامرادی ہے،تاریخ گواہ ہے کہ جب تک مسلمان قرآنی تعلیمات پر صدقِ دل سے عمل پیرا رہے،دنیا میں غالب وکامران رہے،اللہ نے انہیں ہر میدان میں عزت وسرفرازی سے نوازا،اور جب انہوں نے اس کتابِ الٰہی سے منہ موڑا تو ناکامی ورسوائی اور ذلت وبربادی ہی ان کا مقدر بنی،یہی مفہوم رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد سے واضح ہے،جس میں آپؐ نے فرمایا کہ: (اِنَّ اللّٰـهَ سُبحَانَهٗ وَتَعَالیٰ يَرفَعُ بِهٰذا الكِتَابِ أقوَاماً ، وَيَضَعُ بِهٖ آخَرِينَ)

ترجمہ:(اللہ سبحانہ وتعالیٰ بہت سی قوموں کواس قرآن [پرعمل] کی وجہ سے سربلندی عطا فرمائیگا، جبکہ دوسری بہت سی قوموں کو[اس قرآن سے غفلت واعراض کی وجہ سے] گرادے گا)(۱)

لہٰذا یقیناً قرآن کریم کی تلاوت،اس کی آیات میں غوروفکر،اس کے معانی ومطالب میں تدبراور پھراپنی عملی زندگی میں قرآنی تعلیمات پرعمل کی مخلصانہ کوشش وجدوجہد ہرمسلمان کیلئے اہم ترین دینی فریضہ ہے۔

البتہ یہاں یہ بات بھی ذہنوں میں رہے کہ کتاب اللہ کی صرف تلاوت ہی مقصود نہیں ہے، بلکہ ارشادِخداوندی﴿وَرَتِّلِ الْقُرآنَ تَرتِيلاً﴾ (۲) یعنی(قرآن کوٹھہرٹھہر کر پڑھا کیجئے) کا تقاضا یہ ہے کہ ہماری تلاوت تلفظ کی غلطیوں سے پاک ہو،کیونکہ تلفظ کی غلطیوں کی وجہ سے بسااوقات معانی ومطالب ہی تبدیل ہوجاتے ہیں، جس کی وجہ سے انسان تلاوتِ قرآن کے ذریعہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے اجروثواب اوررحمتوں اوربرکتوں کی بجائے گناہ وعقاب کامستحق ہوگا،لہٰذا یہ بات انتہائی ضروری ہے کہ ہماری تلاوت تلفظ کی غلطیوں سے پاک اوراحکامِ تجوید کے مطابق ہو۔

احکامِ تجوید کے موضوع پربلاشبہ ماہرینِ فن کی قدیم وجدید مایۂ نازاورجامع ومفید کتب عربی اوراردودونوں ہی زبانوں میں بکثرت موجودومیسر ہیں،لہٰذااس موضوع پرمزید کچھ تحریرکرنے کی بظاہرکوئی ضرورت تونہیں تھی، البتہ اس کے باوجود یہ مختصرسی کتاب بس وجودمیں آہی گئی...،اس کی وجہ یہ ہوئی کہ دل میں ایک حسرت سی پیداہوئی کہ شاید(اللہ کرے)اسی طرح ہی مجھ جیسے ناکارہ انسان کوبھی ''کتاب اللہ'' کےساتھ ٹوٹی پھوٹی سی

(۱)مسلم[۸۱۷] (۲)المزمّل[۴]

نسبت کا شرف حاصل ہو جائے، اور شاید یہی نسبت ہی روزِ قیامت میرے لئے نیز میرے والدین، اہل وعیال وذوی الأرحام کیلئے فلاح اور نجات کا ذریعہ بن جائے...... وَمَاذٰلِكَ عَلَىٰ اللّٰهِ بِعَزِيز، بس اسی حسرت کی بناء پر ہی اللہ کا نام لے کر اس موضوع پر کچھ تحریر کرنا شروع کیا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے خاص فضل وکرم سے دستگیری فرمائی، جس کے نتیجہ میں یہ کام بخیر وخوبی پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا۔ فالحمدللّٰه الذی بنعمتهٖ تتمّ الصّالحات۔

اس کتاب میں آسان اور عام فہم زبان استعمال کی گئی ہے، نیز اختصار کی ہر ممکن کوشش کی گئی ہے، بعض غیر ضروری مباحث سے قصداً صرفِ نظر کیا گیا ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعاء ہے کہ اس ناکارہ کی سعی کو شرفِ قبولیت عطاء فرمائیں اور اسے میرے لئے نیز ہر اس شخص کیلئے جس نے اس کتاب کی طباعت واشاعت میں کسی بھی شکل میں تعاون کیا ہو ذخیرۂ آخرت بنائیں۔ نیز تمام قارئین سے بھی عاجزانہ التماس ہے کہ مجھے اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھیں۔

وآخردعواناأن الحمدللّٰه ربّ العالمين

وصلّیٰ اللّٰه علیٰ خیرخلقهٖ محمّدوعلیٰ آلهٖ وصحبهٖ أجمعين.

خلیق احمد مفتی

۷ر جمادیٰ الأولیٰ ۱۴۲۴ھ

پوسٹ بکس نمبر: ۱۶۲۵، عجمان، متحدہ عرب امارات۔

khaleeqmufti@hotmail.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارفِ قرآن :

(١) قرآنِ کریم کی تعریف :

''قرآن'' کے لفظی معنیٰ ہیں: پڑھنا (یا: پڑھی جانے والی کتاب)

جبکہ قرآن کی شرعی تعریف اہلِ علم نے یوں بیان کی ہے: (القرآن کلام اللّٰہ المُعجز المُنزَّل علی النبیّ محمّدٍ ﷺ ، المنقول عنه تواتراً ، و المتعبَّد بهٖ تلاوةً) (١) یعنی: قرآن کریم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا مُعجز کلام ہے (٢) جو (اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے) حضرت محمد ﷺ کی طرف نازل کیا گیا، جو کہ رسول ﷺ سے (ہم تک) تواتر کے ساتھ منقول ہے (٣) اور جس کی تلاوت کے ذریعہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے (٤)

(١) ملاحظہ ہو: المنار فی علوم القرآن، از: محمد علی الحسن، صفحہ: ٧۔ نیز: مباحث فی علوم القرآن، از: صبحی الصالح، صفحہ: ٢١، وغیرہ۔

(٢) مُعجز سے مراد یہ ہے کہ اس [قرآن] میں صفتِ اعجاز پائی جاتی ہے، تفصیل ''قرآن کریم کے امتیازی اوصاف'' کے بیان میں صفحہ: ١٥ پر ملاحظہ ہو۔

(٣) یعنی عہدِ رسالت سے آج تک ہر دور میں قرآن سیکھنے اور سکھانے والوں اور یہ سلسلہ آگے بڑھانے والوں کی اتنی بڑی تعداد موجود رہی ہے کہ بیک وقت ان سب کا کسی غلط بات پر متفق ہو جانا محال اور ناممکن ہے۔

(٤) یعنی قرآن کریم کی محض تلاوت بھی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عبادت ہے، قرآن کے علاوہ اور کسی کتاب کو یہ خصوصیت اور یہ شرف حاصل نہیں۔

(۲) قرآنِ کریم کی اہمیت :

تمام کتب الٰہیہ پر مکمل یقین واعتقاد دین کے ان اہم ترین اور بنیادی عقائد میں سے ہے جنہیں ''ارکانِ ایمان'' کہا جاتا ہے، اور قرآن کریم تو ان تمام سابقہ کتابوں میں سب سے اہم ترین اور آخری کتاب ہے، لہٰذا اس سے قرآن کریم کی اہمیت وعظمت اور اس کا مقام ومرتبہ خوب واضح ہوجاتا ہے۔

(۳) قرآنِ کریم کی فضیلت :

جس طرح اس بات میں کسی شک وشبہہ کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا مقام ومرتبہ تمام کائنات میں سب سے بلند وبرتر اور اعلیٰ وارفع ہے بالکل اسی طرح اس کے کلام کا مقام ومرتبہ بھی باقی ہر کلام کے مقابلے میں انتہائی بلند وبرتر اور اعلیٰ وارفع ہے، کیونکہ جب خالق کا مقام ومرتبہ مخلوق سے زیادہ ہوگا تو یقیناً اس (خالق) کے کلام کا مقام ومرتبہ بھی مخلوق کے کلام سے زیادہ وبرتر ہوگا، یہی بات رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد سے واضح ہے:

☆(فَضۡلُ كَلَامِ اللّٰهِ عَلى سَائِرِ الۡكِلَامِ كَفَضۡلِ اللّٰهِ عَلىٰ خَلۡقِه) (۱) ترجمہ: (اللہ تعالیٰ کے کلام کو باقی ہر کلام کے مقابلے میں اسی طرح فضیلت وبرتری حاصل ہے جس طرح اللہ کو اپنی تمام مخلوقات پر فضیلت وبرتری حاصل ہے)

☆نیز ارشاد فرمایا: (خَيۡرُكُمۡ مَنۡ تَعَلَّمَ الۡقُرآنَ وَ عَلَّمَه (۲) ترجمہ: (تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جنہوں نے قرآن سیکھا اور سکھایا)

☆نیز فرمایا: (اِقۡرَؤُوۡ الۡقُرۡآنَ فَاِنَّهٗ يَأۡتِيۡ يَوۡمَ الۡقِيَامَةِ شَفِيۡعاً لِّأَصۡحَابِه) (۳)

(۱) ترمذی[۲۹۲۶] (۲) بخاری[۴۷۳۹] وغیرہ۔ (۳) مسلم[۸۰۴]

ترجمہ: (قرآن کریم کی [خوب زیادہ] تلاوت کیا کرو، کیونکہ یہ [قرآن] قیامت کے روز اپنے ساتھیوں [یعنی قرآن کی تلاوت کرنے والوں] کیلئے شفیع [یعنی سفارش کرنے والا] بن کر آئیگا)

☆نیز ارشاد ہے: (مَااجۡتَمَعَ قَومٌ فِی بَیۡتٍ مِنۡ بُیُوتِ اللّٰہِ یَتلُونَ کِتَابَ اللّٰہِ وَ یَتَدَارَسُونَہ بَیۡنَھُمۡ اِلّا نَزَلَتۡ عَلَیۡھِمِ السَّکِیۡنَۃُ وَغَشِیَتۡھُمُ الۡرَّحۡمَۃ وَحَفَّتۡھُمُ المَلَائِکَۃ وَ ذَکَرَھُمُ اللّٰہُ فِی مَنۡ عِنۡدَہ) (۱) ترجمہ: (جب بھی کچھ لوگ اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر [یعنی مسجد] میں جمع ہوکر اللہ کی کتاب [قرآن کریم] کی تلاوت اوراس کی درس وتدریس میں مشغول ہوتے ہیں تو ان پر [اللہ کی طرف سے] سکون واطمینان کی نعمت نازل ہوتی ہے اورانہیں [اللہ کی طرف سے] رحمت ڈھانپ لیتی ہے، اورفرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں اوراللہ ان کا تذکرہ ان لوگوں کے سامنے فرماتا ہے جو اللہ کے پاس ہیں (یعنی اللہ تعالیٰ آسمانوں میں فرشتوں کے سامنے بطورِتعریف اپنے ان بندوں کا تذکرہ فرماتا ہے)

☆نیز ارشاد ہے: (اِنَّ الَّذِي لَیسَ فِي جَوفِہٖ شَئٌ مِنَ القُرآنِ کَالبَیتِ الخَرِبُ) (۲) ترجمہ: (جس کسی کے سینے میں قرآن میں سے کچھ بھی نہ ہو [یعنی قرآن کا کچھ حصہ بھی یاد نہ ہو] وہ ویران گھر کی مانند ہے)

(۱) مسلم [۲۶۹۹]   (۲) ترمذی [۲۹۱۳]

(۴) قرآنِ کریم کے امتیازی اوصاف :

(۱) تمام سابقہ کتب کیلئے ناسخ :

قرآن کریم میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ (۱)
ترجمہ (اے نبیؐ) آپ ان [لوگوں] کے درمیان فیصلہ کیجئے اس [قرآن] کے مطابق جو اللہ کا نازل کردہ ہے)

اس آیت سے یہ بات بخوبی واضح ہے کہ قرآن کریم تمام سابقہ آسمانی کتابوں کیلئے ناسخ ہے، کیونکہ قرآن کریم کے نزول کے بعد اب صرف اس (قرآن کریم) میں موجود تعلیمات وہدایات اور شرعی احکام ہی کی تعمیل اور پابندی ضروری ولازمی ہے۔

(۲) محفوظ کتاب :

قرآن کریم کسی مخصوص قوم کی طرف نازل شدہ کتاب نہیں ہے، لہٰذا اس کا پیغام اور اس کی تعلیمات زمان ومکان یا رنگ ونسل کی حدود وقیود سے بالاتر ہیں، اس میں تمام بنی نوعِ انسان کیلئے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے رشد وہدایت کا سامان مہیا کیا گیا ہے، اسی لئے تمام آسمانی کتابوں میں سے یہ واحد کتاب ہے جس کی حفاظت کا ذمہ خود اللہ نے لیا ہے، چنانچہ ارشاد ہے: ﴿اِنَّانَحْنُ نَزَّلْنَاالذِكْرَ وَاِنَّالَهٗ لَحَافِظُونَ﴾ (۲) ترجمہ: (یقیناً ہم نے ہی یہ نصیحت [قرآن] نازل کی ہے اور بیشک ہم ہی اس کے محافظ ہیں) لہٰذا چودہ سو سال سے زائد عرصہ گذر جانے کے باوجود قرآن کریم کا ایک ایک حرف آج بھی بعینہٖ اسی حالت

---

(۱) المائدہ [۴۸]، اس آیت کے فوراً بعد آیت نمبر: ۴۹ میں بھی یہی مضمون ہے۔ (۲) الحجر: [۹]

میں موجود ومحفوظ ہے کہ جس طرح اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے حکم سے جبریل امین نے رسول اللہ ﷺ کو سکھایا اور پڑھایا تھا، اور پھر جس طرح رسول اللہ ﷺ نے اپنے اصحاب کرام کو سکھایا اور پڑھایا، اور اللہ کے حکم سے یہ قرآن آئندہ بھی اسی طرح اپنی اصلی شکل میں موجود ومحفوظ رہیگا، جبکہ اس کے برعکس باقی تمام آسمانی کتابیں زمانے کے ہاتھوں تحریف وتغییر اور قطع وبرید کا شکار ہوگئیں۔

(۳) جامع کتاب:

گذشتہ تمام آسمانی کتابوں میں سے کوئی کتاب محض دعاؤں اور مناجات کا مجموعہ تھی، کوئی کتاب محض فقہی مسائل اور حلال وحرام کے احکام پر مشتمل تھی، کسی میں محض وعظ ونصیحت کی باتیں تھیں، جبکہ قرآن کریم جامع کتاب ہے، لہٰذا اس میں تمام بنی نوعِ انسان کیلئے ہر معاملہ میں ہمیشہ کیلئے رہنمائی کا سامان موجود ہے، خواہ اس کا تعلق عبادات سے ہو یا معاملات سے، اخلاقیات سے ہو یا سیاسیات سے، چنانچہ قرآن کریم میں توحید ورسالت، آخرت، جزاوسزا اودیگر بنیادی عقائد کا بیان بھی ہے، نماز، زکوٰۃ، روزہ، حج ودیگر عبادات کا تذکرہ بھی ہے، والدین، رشتے داروں، اور پڑوسیوں کے ساتھ حسنِ سلوک کی تاکید بھی ہے، یتامیٰ، مساکین وفقراء کے حقوق کی یاددہانی بھی ہے، خرید وفروخت کے احکام بھی ہیں، نکاح وطلاق کے مسائل بھی ہیں، گذشتہ اقوام کے واقعات نیز ان کا برا انجام ذکر کرکے نصیحت حاصل کرنے کی تاکید بھی ہے، زمین وآسمان میں چہارسو پھیلی ہوئی اللہ کی قدرت کی رنگارنگ نشانیوں میں غور وفکر کی دعوت نیز ان مناظرِ قدرت سے سبق حاصل کرنے کی تلقین بھی ہے، انسان کو جابجا خود اپنی حقیقت، اپنی ابتداء اور اپنی انتہاء کے بارے میں یاددہانی کراتے ہوئے اسے خوفِ خدا اور فکرِ آخرت کی دعوت

بھی دی گئی ہے، بار بار قیامت کی ہولنا کیوں کی منظر کشی کی گئی ہے اوراس کے بعد اسے یاددلا گیا ہے کہ ایک دن ایسا بھی آئیگا جب وہ اپنے ماں باپ، اپنی اولاد، اپنے بھائی بہن ،اپنے عزیز واحباب ...... سب ہی سے غافل اور لاتعلق ہوجائیگا، اسے کسی کا ہوش نہ رہیگا، اورتب وہ انتہائی بدحواسی اور حیرت و پریشانی کے عالم میں بے اختیار پکارا ٹھے گا کہ: ﴿أینَ المَفَرّ﴾ (۱) ''کہاں ہے آج راہِ فرار......؟ اور پھر اچھے اعمال والوں کیلئے ہمیشہ کی کامیابی اوردل پسند زندگی ہوگی، خواہ وہ اس دنیامیں امیر ہوں یافقیر، کالے ہوں یا گورے، عمدہ اورنفیس لباس پہنتے ہوں یا پھٹے پرانے اور پیوند لگے کپڑے...... جبکہ برے اعمال والوں کیلئے حسرت و بربادی ہوگی۔

(۴) مُعجز کتاب:

تمام آسمانی کتابوں میں سے قرآن کریم واحد کتاب ہے جس میں ''صفتِ اعجاز'' پائی جاتی ہے، یعنی اس کتاب میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے تمام جن وانس کو یہ چیلنج کیا گیا ہے کہ وہ اس قرآن جیسا کلام لاکر دکھائیں، چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے: ﴿قُلْ لَئِنِ اجْتَمَعَتِ الإِنْسُ وَالْجِنُّ عَلىٰ أنْ يَّأتُوا بِمِثْلِ هذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْكَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيراً﴾ (۲) ترجمہ: (]اے نبیؐ[آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمام انسان اور کُل جنات مل کر اس قرآن کے مثل لانا چاہیں تو ان سب سے اس کے مثل لانا ناممکن ہے خواہ وہ آپس میں ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں) اس آیت سے یہ بات بخوبی واضح ہوگئی کہ یہ قرآن کریم اللہ کی طرف سے تمام انسانوں اور جنّوں کیلئے چیلنج ہے، اور یہ چیلنج تاقیامت قائم اورموجود ہے۔

(۱) ﴿يَقُولُ الإنسَانُ يَومَئِذٍ أينَ المَفَرّ﴾ القیامہ[۱۰] (۲) بنی اسرائیل (اسراء) [۸۸]

یہاں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ اگر چہ یہ چیلنج اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے ''ثقلین'' یعنی تمام جن وانس کیلئے عام ہے، لیکن خاص طور پر یہ چیلنج ان لوگوں کیلئے ہے جونزولِ قرآن کے وقت موجود تھے، جنہیں قرآن میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے براہِ راست خطاب کیا گیا ہے، یعنی کفار ومشرکینِ مکہ۔

یہاں یہ اصول بھی ذہن میں رہے کہ جوہری کی قابلیت کوصرف جوہری ہی پرکھ سکتا ہے، اور یہی اصول چیلنج کے معاملہ میں بھی قائم رہنا چاہیئے ، یعنی جوہری کوجوہری ہی چیلنج کرسکتا ہے، اسی طرح مثلاً کسی مکینک کواس جیسا مکینک ہی چیلنج کرسکتا ہے، اوراگرفرض کیجیئے کہ کوئی مکینک کسی جوہری کوچیلنج کرنے لگے...... یااسی طرح ڈاکٹر انجینئر کو، پائلٹ مستری کو، باورچی بڑھئی کو، حجام دھوبی کو، سائنس دان شاعرکوچیلنج کرنے لگے...... یااسلامیات کامدرس ریاضی کے مدرس کو، اورانگریزی کامدرس فارسی کے مدرس کوچیلنج کرنے لگےتواس چیلنج کا کیا فائدہ......؟ یہ بھی کوئی چیلنج ہوا......؟ اسے چیلنج نہیں بلکہ حماقت اورمسخرہ پن کہا جائیگا، ہاں چیلنج تو یہ ہے کہ ڈاکٹر اپنے ہی جیسے کسی ڈاکٹرکواورانجینئر اپنے ہی جیسے کسی انجینئر کوچیلنج کرے کہ جواسی کی طرح اس فن پرمکمل عبور رکھتا ہواورفن کی باریکیوں اوراس کے اسرار سے خوب واقف ہو۔

لہٰذا جب بھی اللہ کے حکم سے کسی بھی نبی یارسول نے اپنی قوم کوکسی معجزہ کے ذریعے چیلنج کیا تواس میں بھی یہی قانون کارفرما رہا کہ ہمیشہ ہرمعجزے یاچیلنج کاتعلق اسی فن سے تھا کہ جس فن میں وہ لوگ خوب اعلیٰ ترین مہارت وقابلیت کے مالک تھے، وہ فن ان کیلئے نئی یااجنبی چیزنہیں تھی ، بلکہ وہ اس فن سے خوب واقف اورشناسا تھے، اورانہیں اس میں مکمل دسترس حاصل تھی۔

چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں چونکہ جادوگری کا بہت چرچا تھا، لہٰذا انہیں (حضرت موسیٰ علیہ السلام کو) ایسا معجزہ عطاء کیا گیا جس کے سامنے بڑے بڑے پہنچے ہوئے اور نامی گرامی جادوگر عاجز آ گئے اور فوراً ہی ان پر یہ حقیقت عیاں ہوگئی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس جو چیز ہے یہ جادو نہیں بلکہ کچھ اور ہے...، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دور میں طب کو بڑا عروج حاصل تھا، بڑے بڑے ماہرینِ فن اس میدان میں موجود تھے، البتہ چند امراض اس دور میں ایسے تھے کہ یہ ماہرینِ فن اطباء اپنی تمام تر صلاحیتوں اور قابلیتوں کے باوجود ان امراض کے سامنے بے بس اور ان کے علاج سے عاجز و قاصر تھے، جبکہ اللہ کے حکم سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جب انہی لاعلاج امراض کا علاج کر دیا اور مریض شفایاب ہوگئے تو وہ اطباء حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حقانیت وصداقت کے فوراً معترف ہوگئے۔

بعینہٖ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کے دور میں سرزمینِ عرب میں فصاحت و بلاغت، شعر و ادب، خطابت ومناظرہ بازی کا بہت زیادہ رواج تھا، فصاحت و بلاغت اپنے انتہائی عروج پر تھی، عرب معاشرے کا ہر مرد و زن بلکہ بچہ بچہ جنون کی حد تک اس فن کا دلدادہ تھا، ہر کوئی خود کو اس میدان کا شہسوار اور اس افق کا روشن ستارہ تصور کرتا تھا، شعر و سخن کے بڑے بڑے میلے اور ادبی مقابلے منعقد ہوا کرتے تھے۔

ایسے معاشرے میں ایک اُمّی شخص یعنی رسول اللہ ﷺ نے فصاحت و بلاغت اور شعر و ادب کے میدان کے ان بڑے بڑے شہسواروں اور جیالوں کو بانگِ دہل للکارا کہ تم یہ جو دعویٰ کرتے ہو کہ یہ قرآن کلام الٰہی نہیں بلکہ یہ انسان کا کلام ہے......تو پھر تم خود تو دنیا بھر میں سب سے زیادہ فصیح و بلیغ ہو، شعر و شاعری اور فصاحت و بلاغت تو تمہارا پسندیدہ ترین

مشغلہ ہے، لاؤ اس جیسا کلام ......، کیا رکاوٹ ہے......؟ اور اللہ کے حکم سے آپ ﷺ کی طرف سے یہ مطالبہ اور یہ چیلنج بار بار دہرایا جاتا رہا، مگر وہ کفارِ مکہ اپنی تمام تر فصاحت وبلاغت کے باوجود، اسلام اور پیغمبرِ اسلام سے تمام تر مخاصمت اور نفرت و عداوت کے باوجود، اور اپنی تمام تر کوشش اور شدید ترین خواہش کے باوجود......اس جیسا کلام پیش کرنے سے عاجز و قاصر رہے، قرآن کے چیلنج کے سامنے بے بس، شرمندہ اور شکست خوردہ ہی رہے......، یہی خلاصہ ومفہوم ہے اس بات کا کہ یہ قرآن مُعجز ہے، اور یہ اعجاز صرف قرآن کریم ہی کی خصوصیت ہے، کسی اور آسمانی کتاب کو یہ خصوصیت اور یہ شرف حاصل نہیں۔

تلاوتِ قرآنِ کریم کے آداب : (۱)

قرآن کریم اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا مقدس کلام ہے، اورتلاوتِ قرآن کریم کے دوران بندہ درحقیقت اپنے خالق ومالک سے ہمکلام اوراس سے ملاقات ومناجات میں مشغول ہوتاہے، دنیامیں کسی بادشاہ یااعلیٰ حیثیت ومرتبہ والےکسی انسان سے ملاقات کے وقت مناسب ہیئت اختیارکی جاتی ہے،آدابِ ملاقات نیزآدابِ گفتگوکی رعایت رکھی جاتی ہے، جبکہ اللہ توبادشاہوں کابادشاہ ہے،احکم الحاکمین اورالحیّ القیّوم ہے،اس کی بادشاہت توہمیشہ سے ہےاورہمیشہ رہنےوالی ہے،زمین وآسمان کےتمام خزانےاسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں،لہٰذااس سےہمکلامی اورملاقات ومناجات کےوقت آدابِ ملاقات کامکمل اہتمام والتزام ہوناچاہئے،اس سلسلہ میں چندآداب کامختصرتذکرہ درجِ ذیل ہے:

(۱)اخلاصِ نیت:

قرآن کریم میں ارشادہے:﴿وَمَـا أُمِـرُوا اِلَّالِيَـعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ ترجمہ: (انہیں اس کےسواکوئی حکم نہیں دیاگیاکہ صرف اللہ کی عبادت کریں اسی کیلئے دین کوخالص رکھیں)(۲)

نیزارشادہے:﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَایَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ ترجمہ: (آپ فرمادیجئے کہ بیشک میری نمازاورمیری ساری عبادت اورمیراجینااورمیرامرنا یہ سب خالص اللہ ہی کیلئے ہےجوسارے جہاں کامالک ہے)(۳)

(۱)تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو:**التبیان فی آداب حملة القرآن** تألیف:امام یحییٰ بن شرف النووی رحمہ اللہ۔

(۲)البیّنہ[۵] (۳)الانعام[۱۶۲] (۳)بخاری[۱]

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: (اِنَّمَا الأعمَالُ بِالنِّیَّاتِ وَاِنَّمَا لِکُلِّ امْرِیٍٔ مَانَوَیٰ (۱) ترجمہ: (اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے، اور یقیناً ہر ایک کو وہی کچھ ملے گا جسکی اس نے نیت کی ہے)۔

مذکورہ نصوص کی روشنی میں کسی بھی عمل کی صحت و درستی اور عنداللہ قبولیت کیلئے اخلاصِ نیت اولین اور اہم ترین شرط ہے، بصورتِ دیگر انسان کی عبادت اور اس کا اچھا عمل بھی اس کیلئے خیر و برکت اور باعثِ اجر و ثواب ہونے کی بجائے اس کیلئے وبال اور باعثِ عذاب بن جائیگا، لہٰذا تلاوتِ قرآن کریم کے موقع پر بھی ریاء کاری اور نام و نمود سے بچنا اور نیت کو خالص رکھنا انتہائی ضروری ہے۔

(۲) طہارت و پاکیزگی کا اہتمام:

تلاوتِ قرآن کریم کے وقت طہارت و پاکیزگی کا مکمل اہتمام کیا جائے، تلاوت کرنے والا باوضوء ہو (۲) جسم ولباس پاک وصاف ہو، جس جگہ تلاوت کی جارہی ہو وہ جگہ پاک وصاف ہو، تلاوت سے قبل مسواک کرلینا (ورنہ کسی بھی طرح منہ کی صفائی) مزید بہتر ہے،

(۱) قرآن کریم میں ارشاد ہے: ﴿لَا یَمَسُّهٗ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ﴾ [الواقعہ:۷۹] یعنی: (اس [قرآن] کو نہیں چھو سکتے مگر صرف پاک لوگ) یہاں طہارت و پاکیزگی سے کیا چیز مراد ہے؟ ''کفر وشرک'' سے طہارت؟ ''حدثِ اکبر'' (یعنی غسل کی حاجت ہونا) سے طہارت؟ یا ''حدثِ اصغر'' (یعنی وضوء کی حاجت) سے طہارت؟ اس سلسلہ میں تفصیل ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ''کفر وشرک'' سے طہارت تو یقیناً ضروری ولازمی ہے۔ ''حدثِ اکبر'' کی حالت میں بھی مسِ مصحف یعنی: قرآن کریم کو چھونا نیز قرآن کی تلاوت دونوں ہی ممنوع ہیں۔ جبکہ ''حدثِ اصغر'' کی حالت میں قرآن کریم کو چھونا اکثر اہلِ علم کے نزدیک ناجائز ہے، البتہ چھوئے بغیر تلاوت جائز ہے، لیکن کلام اللہ کے تقدس اور ادب کا تقاضا یہی ہے کہ انسان تلاوتِ قرآن کے وقت باوضوء ہو۔ واللہ اعلم۔ مزید تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو: فقہ السنۃ، از: سید سابق [۱/۵۶] (ما یجب لہ الوضوء) نیز: [۱/۶۷] (ما یحرم علی الجنب)۔

(۳)خشوع وخضوع:

تلاوتِ قرآن کریم کے وقت ایسی ہیئت اختیار کی جائے جس میں خشوع وخضوع،ادب ووقار،اورمتانت وسنجیدگی نمایاں ہو،جیسے طالبِ علم استاد کے سامنے ادب اوروقار سے بیٹھتاہے،اگرقبلہ رُخ ہوتومزید بہتر ہے،نیز یہ کہ ایسی جگہ تلاوت سے اجتناب کیاجائے جہاں فضولیات اورخرافات اورلہوولعب کاماحول ہو،یاجہاں کلام اللہ کی بے ادبی کا احتمال ہو۔

(۴)استعاذہ:

یعنی تلاوت شروع کرنے سے پہلے اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم پڑھے، کیونکہ قرآن کریم میں ارشادہے:﴿فَـاِذَا قَـرَأْتَ الـقُرآنَ فَاسْتَعِذْ بَاللّٰهِ مِنَ الْشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ﴾ ترجمہ:(پس جب تم قرآن پڑھنےلگوتو اللہ کی پناہ طلب کروشیطان مردود سے)(۱)

(۵) بسملہ:

یعنی تلاوت شروع کرتے وقت استعاذہ کے بعد،نیز دورانِ تلاوت کوئی بھی نئی سورت شروع کرتے وقت بسملہ یعنی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھی جائے۔

(٦)اعتدال:

یعنی تلاوت میں اعتدال ہو،ایسی تیز رفتاری نہ ہوجس سے الفاظ بگڑ جائیں، یاجس سے مطالب ومعانی تبدیل ہوجانے کااندیشہ ہو۔

(۱)النحل[۹۸]

(۷)فکرو تدبّر:

قرآنِ کریم میں ارشاد ہے:﴿كِتَابٌ أَنزَلْنَاهُ إِلَيْكَ مُبَارَكٌ لِّيَدَّبَّرُوا آيَاتِهِ وَلِيَتَذَكَّرَ أُولُوا الْأَلْبَابِ ﴾(۱) ترجمہ:(یہ بابرکت کتاب ہے جسے ہم نے آپ کی طرف اس لئے نازل فرمایا ہے کہ لوگ اس کی آیتوں میں غورو فکر کریں اور عقلمند اس سے نصیحت حاصل کریں)

اس ارشادِ خداوندی کی رو سے یہ بات انتہائی ضروری ہے کہ تلاوتِ قرآن کریم کے دوران اس کے معانی ومفاہیم میں غورو فکر اور خوب تدبّر کیا جائے، جہاں جنت اور اس میں موجود نعمتوں کا تذکرہ اور وعدہ ہو وہاں رُک کر خوب دل لگا کر اللہ سے جنت اور وہاں کی نعمتوں کا سوال کرے، جہاں جہنم اور وہاں کے دردناک عذاب کا تذکرہ ہو وہاں خوب عاجزی وانکساری کے ساتھ جہنم کے عذاب سے اللہ کی پناہ طلب کرے، جہاں قیامت کی ہولناکیوں کا بیان ہو وہاں خوب گڑ گڑا کر اپنے لئے دونوں جہانوں میں عافیت وسلامتی کی دعاء مانگے، جو آیات اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے اوامرونواہی پر مشتمل ہوں ان کی تلاوت کے وقت صدقِ دل سے اپنا محاسبہ کرے، اپنے عمل وکردار کا جائزہ لے، اور اس بارے میں خوب غورو فکر کرے کہ اس کا عمل وکردار ان اوامرونواہی کے مطابق ہے یا ان کے خلاف ہے، نیز یہ کہ یہ قرآن (جس کی تلاوت میں وہ مشغول ہے) قیامت کے روز اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بارگاہ میں اس کیلئے ''حجت'' ہوگا...... یا خدانخواستہ اس کے خلاف ''حجت'' ہوگا......؟

---

(۱)ص[۲۹]

علمِ تجوید:

☆ علمِ تجوید کی تعریف:

تجوید کے لفظی معنیٰ :

عربی میں ''جَودہ'' کے معنیٰ ہیں کسی چیز کا عمدہ ہونا، اچھا ہونا، اسی لئے کسی اچھی چیز کو جیّد کہا جاتا ہے، اسی سے تجوید ماٴخوذ ہے اور اس کے معنیٰ ہیں: ''تحسین'' یعنی: کسی چیز کو عمدہ یا اچھا بنانا۔

تجوید کے اصطلاحی معنیٰ :

هوالعلم الذي يُعرف بهٖ كيفيّة نطق كلّ حرفٍ واخراجهٖ من مخرجهٖ الصحيح أثناء تلاوة القرآن الكريم ۔

یعنی: تجوید سے مراد وہ علم ہے جس کے ذریعے تلاوتِ قرآن کریم کے دوران ہر ہر حرف کے درست تلفظ اور صحیح مخرج سے اس کی ادائیگی کا طریقہ سیکھا جاتا ہے۔

☆ علمِ تجوید کی غرض وغایت:

صَون اللّسان عن الخطأ في ترتيل آيات كتاب اللّٰه تعالى ۔

یعنی قرآن کریم کی تلاوت کے دوران زبان کو غلطیوں سے محفوظ رکھنا، تاکہ کتاب اللہ کے ہر حرف کا تلفظ اسی طرح ہو جس طرح اسے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے (بذریعۂ وحی) رسول اللہ ﷺ کے قلب مبارک کی طرف نازل کیا گیا۔

☆**علمِ تجوید کی فضیلت:**

علمِ تجوید کی یقیناً بہت ہی بڑی فضیلت ہے، کیونکہ اس کا تعلق افضل واشرف ترین کتاب سے ہے۔

☆**علمِ تجوید کی اہمیت:**

قرآن کریم میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے اپنے رسول ﷺ کیلئے یہ ارشاد ہے:

﴿وَ رَتِّلِ الْقُرآنَ تَرْتِیْلاً﴾ (۱)

ترجمہ: (اور قرآن کو خوب ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کیجئے)

اس آیت میں اللہ سبحانہ کی طرف سے اپنے رسول ﷺ کو اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت خوب صاف اور واضح آواز میں اور ٹھہر ٹھہر کر سکون واطمینان کے ساتھ کی جائے، اس آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے اگر چہ براہِ راست خطاب تو رسول اللہ ﷺ کو ہے، لیکن اس کا مفہوم عام ہے، یعنی گویا اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے تمام مسلمانوں کیلئے یہی حکم ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت اس طرح ٹھہر ٹھہر کر اور سکون واطمینان کے ساتھ کی جائے کہ پڑھنے والا اور سننے والا دونوں ہی قرآن کریم کے الفاظ ومعانی اور ان میں پوشیدہ مفاہیم میں تدبر اور غور وفکر کر سکیں، لہٰذا اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ ہر مسلمان کیلئے اپنی طاقت واستطاعت کے مطابق علمِ تجوید سیکھنا ضروری ولازمی ہے، تاکہ وہ درست اور صحیح طریقے سے کلام اللہ کی تلاوت کر کے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے خوشنودی ورضامندی کا مستحق بن ہو سکے اور اسے دنیا وآخرت میں سعادت مندی اور کامیابی وکامرانی نصیب ہو سکے، بصورتِ دیگر قرآن کریم کی تلاوت کے دوران تلفظ کی

(۱) المزمّل [۴]

غلطیوں پر وہ عنداللہ گناہگار ہوگا، خصوصاً ایسی غلطیاں جن سے قرآنی آیات وکلمات کے معانی ومفاہیم ہی تبدیل ہوجانے کا اندیشہ ہوان سے بچنے کیلئے علمِ تجوید کا سیکھنا اور سکھانا انتہائی ضروری ہے۔

☆ تلاوتِ قرآن کی مختلف کیفیات:

قرآن کریم کی تلاوت کے مختلف طریقے یا کیفیات ہیں جن کا بیان درجِ ذیل ہے:

(۱) ترتیل:

ترتیل سے مراد یہ ہے کہ قرآن کریم کی تلاوت اس طرح ٹھہر ٹھہر کر اور سکون واطمینان کے ساتھ کی جائے کہ پڑھنے والا اور سننے والا دونوں ہی قرآن کریم کے الفاظ ومعانی اور ان میں پوشیدہ مفاہیم میں تدبر اور غور وفکر کرسکیں (جیسا کہ اس سے قبل گذشتہ صفحہ پر سورۃ المزمل میں موجود آیت [نمبر:۴] کے حوالے سے اس بات کی وضاحت کی جاچکی ہے)۔

(۲) حدر:

حدر سے مراد یہ ہے کہ تلاوت میں قدرے تیز رفتاری ہو، البتہ تمام احکامِ تجوید کی مکمل رعایت وپابندی کا اہتمام والتزام ہو۔

(۳) تدویر:

تدویر سے مراد تلاوت کی وہ کیفیت ہے جو گذشتہ دونوں کیفیتوں (یعنی ترتیل اور حدر) کے درمیان ہو (یہ تینوں طریقے ہی درست اور صحیح ہیں، البتہ ان تینوں طریقوں میں یقیناً ''ترتیل'' افضل ہے)۔

مشقی سوالات:

(۱) تجوید کے لفظی معنیٰ کیا ہیں؟

(۲) علمِ تجوید کی تعریف بیان کیجئے۔

(۳) علمِ تجوید کی غرض وغایت بیان کیجئے۔

(۴) علمِ تجوید کی اہمیت بیان کیجئے۔

(۵) تلاوتِ قرآن کریم کی مختلف کیفیات بیان کیجئے، نیز یہ کہ ان میں سے افضل کون سی کیفیت ہے؟

لحن:

☆لحن کے معنیٰ:

لحن تلفظ کی غلطی کو کہا جاتا ہے۔ یہاں علمِ تجوید کی اصطلاح میں لحن سے مراد ہے قرآن کریم کی تلاوت کے دوران الفاظ وکلمات کے تلفظ میں غلطی کرنا۔

☆لحن کی اقسام:

لحن کی دو قسمیں ہیں (۱) لحنِ جلی (۲) لحنِ خفی۔ تفصیل درجِ ذیل ہے:

(۱) لحنِ جلی:

یعنی تلاوتِ قرآنِ کریم کے دوران تلفظ کی ایسی غلطی جسے ماہرینِ فنِ تجوید کے علاوہ عام افراد بھی محسوس کرلیں، مثلاً:

☆ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف پڑھنا، جیسے: قَالَ کی بجائے: کَالَ، عَصَیٰ کی بجائے: اَسَیٰ ، الرَّحمٰن کی بجائے: الرَّھمٰن ، اِذَا کی بجائے: اِزَا ، لَيُنۡبَذَنَّ کی بجائے: لَيُنۡبَزَنَّ صِرَاط کی بجائے: سِرَاط ، أَنۡعَمۡتَ کی بجائے: أَنۡأَمۡتَ ، وغیرہ۔

☆حرکت یعنی زیر زبر پیش کی غلطی، جیسے: أَنۡعَمۡتَ کی بجائے: أَنۡعَمۡتُ یا أَنۡعَمۡتِ ، وغیرہ۔

☆سکون کو حرکت سے بدل دینا، یا اس کے برعکس، یعنی حرکت کو سکون سے بدل دینا، جیسے: أَنۡعَمۡتَ کی بجائے: أَنَعَمۡتَ ، الرَّحۡمٰنُ کی بجائے: الرَّحۡمٰنۡ، شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِيۡ

کی بجائے: شَهْرُ رَمْضَانَ الَّذِيْ ، وغیرہ۔

☆کسی حرف کوضرورت سے زیادہ کھینچنا، یامختصر کردینا، جیسے: اِنَّ کی بجائے: اِنَّـا ، قُلْنَا کی بجائے: قُلْنَ، وغیرہ۔

☆کسی حرکت کومجہول پڑھنا، مثلاً: اَلْـحَـمْدُ میں حرف ''دُ'' کواس طرح پڑھنا جیسے اردو کی گنتی میں ''دو'' کے عدد کا تلفظ کیا جاتا ہے۔یا: رَبِّ زِدْنِـيْ عِـلْـماً میں حرف ''ب'' کے نیچے زیرکواس طرح پڑھنا جیسے اردو میں ''بے مثال'' کہتے وقت ''بے'' کا تلفظ کیا جاتا ہے۔

☆لحنِ جلی کا حکم:

لحنِ جلی سے چونکہ اکثر وبیشتر معانی ومطالب تبدیل ہوجاتے ہیں لہٰذا اگر یہ لحن قصداً ہوتو یقیناً حرام اورانتہائی مذموم عمل ہے۔اوراگر یہ غیرارادی یا غیراختیاری ہوتو ایسی صورت میں جلدازجلد اس کی اصلاح ضروری ہے۔

(۲)لحنِ خفی:

اس سے مراد یہ ہے کہ تلاوتِ قرآن کریم کے دوران تلفظ کی کوئی ایسی غلطی کرنا جوعوام الناس کے علم میں نہ آسکے،البتہ ماہرینِ فن اسے محسوس کرلیں، مثلاً: اخفاء کی جگہ اظہار یااس کے برعکس، ترقیق کی جگہ تفخیم یااس کے برعکس، جہاں قلقلہ کی ضرورت نہ ہووہاں قلقلہ کردینا یااس کے برعکس، وغیرہ۔

☆لحنِ خفی کا حکم:

لحنِ خفی سے بچنے کی جس قدرکوشش انسان کے اپنے اختیاراورقدرت میں ہواس قدرکوشش اس کیلئے ضروری ہے، اگرکوئی اتنی سی کوشش بھی نہیں کرتا تو یقیناً وہ گناہگار ہوگا، اور جوکوئی

مقدور بھر کوشش کرتا ہے مگر اس کے باوجود لحن ہو جاتا ہے تو شاید وہ عنداللہ معذور ہو، جیسا کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ارشاد ﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْساً اِلَّا وُسْعَهَا﴾ (۱) ترجمہ (اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا) کا بھی یہی تقاضا ہے، بلکہ عین ممکن ہے کہ اپنی اس مسلسل سعی وکوشش اور جدوجہد کی وجہ سے شاید وہ عنداللہ مأجور بھی ہو، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: (اَلّذِي يَقْرَأُ الْقُرآنَ وَهُوَ مَاهِرٌ بِهٖ مَعَ السَّفَرَةِ الكِرَامِ البَرَرَةِ ، وَ الَّذِي يقْرَأُ القُرآنَ وَيَتَعْتَعُ فِيْهِ وَهُوَ عَلَيهِ شَاقٌّ لَهُ أجرَان) (۲) ترجمہ: (جو کوئی قرآن پڑھے اور وہ اس [تلاوتِ قرآن] میں خوب ماہر بھی ہو وہ [روزِ قیامت] بزرگ و پاکباز لوگوں میں ہوگا، جبکہ اگر کوئی قرآن کی تلاوت کرے حالانکہ وہ اس میں اٹکتا ہو اور اسے قرآن پڑھنے میں بڑی مشقت اٹھانا پڑتی ہو [اس کے باوجود وہ تلاوت کرتا ہو] اس کیلئے دو اجر ہیں)

مشقی سوالات:

(۱) لحن کے لفظی معنیٰ کیا ہیں؟

(۲) لحنِ جلی سے کیا مراد ہے اور اس کا کیا حکم ہے؟ نیز لحنِ جلی کی چند مثالیں بیان کیجئے۔

(۳) لحنِ خفی سے کیا مراد ہے اور اس کا کیا حکم ہے؟ نیز لحنِ خفی کی چند مثالیں بیان کیجئے۔

☆☆☆

(۱) البقرة: [۲۸۶]۔ (یہ سورہ بقرہ کی آخری آیت کا ابتدائی حصہ ہے)

(۲) مسلم [۷۹۸] (ملاحظہ ہو: ریاض الصالحین، باب فضل قراءة القرآن)

الاستِعَاذَۃُ و البَسمَلَۃ :

☆**الاستعاذۃ :** یعنی: أعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطَانِ الرَجِیم پڑھنا۔

قرآن کریم میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے: ﴿فَـاِذَا قَرَأتَ القُرآنَ فَاستَعِذ بِاللّٰہِ مِـنَ الشَّیـطَانِ الرَجِیمِ﴾ (۱) ترجمہ:(پس جب تم قرآن پڑھوتو پناہ طلب کرو اللہ کی شیطان مردود سے)اس سے یہ بات بخوبی واضح ہوگئی کہ تلاوتِ قرآن کریم سے پہلے استعاذہ یعنی:أعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطَانِ الرَجِیم پڑھنا ضروری ہے۔

☆**البسملۃ :** یعنی: بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم پڑھنا۔

قرآن کریم کی تلاوت کے آغاز میں' نیز ہر سورت کی ابتداء میں بسم اللہ پڑھی جاتی ہے،سوائے سورۃ توبہ کے کہ وہاں صورتِ حال مختلف ہے، چنانچہ سورۃ توبہ کے شروع میں نہ تو بسم اللہ تحریر ہے اور نہ ہی وہاں بسم اللہ پڑھی جاتی ہے۔

سورۃ توبہ کے شروع میں بسم اللہ تحریر نہ کئے جانے کی وجہ:

اس بارے میں متعدد اقوال ہیں،جن کا خلاصہ یہ ہے کہ:

(۱) چونکہ خود رسول اللہ ﷺ نے سورۃ توبہ کے شروع میں بسم اللہ نہیں پڑھی اور نہ ہی آپ ؐ نے کاتبین وحی کو اس سورت کے شروع میں بسم اللہ تحریر کرنے کی ہدایت فرمائی، لہٰذا امت نے بھی اسی کو اپنا معمول بنایا۔

(۲) سورۃ توبہ کے آغاز میں چونکہ کفار ومشرکین سے بیزاری وبراءت نیز ان کے ساتھ کئے گئے معاہدہ ءامن کی منسوخی کا اظہار اور ان کے خلاف جنگ کا اعلان ہے (چنانچہ اس

---

(۱) النحل:[۹۸]

سورت میں موجود اسی اعلانِ جنگ یا اعلانِ براءت کی مناسبت سے اس سورت کا نام "براء ت" بھی ہے) جبکہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی صفتِ رحمت کا تذکرہ ہے، اعلانِ جنگ اور صفتِ رحمت یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کی ضد ہیں، لہٰذا اس مقام پر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نہ تو پڑھی جائیگی اور نہ ہی تحریر کی جائیگی۔

(۳) چونکہ سورۃ توبہ اور اس سے پہلی سورت یعنی انفال کا مضمون اور سیاقِ کلام ایک ہی ہے، لہٰذا اس بارے میں ابتدائی دور میں کچھ حضرات کو شبہہ رہا کہ یہ دونوں مستقل اور دو علیحدہ سورتیں ہیں یا یہ کہ یہ ایک ہی سورت ہے، اور پھر مزید یہ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں جمع وتدوینِ قرآن کے وقت یہ انکشاف بھی ہوا کہ مختلف صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے پاس تحریری شکل میں موجود مختلف سورتوں میں سے ہر ایک کے شروع میں بسم اللہ تحریر ہے، سوائے سورۃ توبہ کے، اس سے اس شبہہ کو مزید تقویت ملی کہ یہ دونوں (انفال وتوبہ) شاید ایک ہی سورت ہیں، اسی شبہہ کی بناء پر ان دونوں سورتوں کے درمیان بسم اللہ نہیں لکھی گئی۔ واللہ اعلم۔

استعاذہ اور بسملہ کا طریقہ:

استعاذہ یعنی: أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْم تو ہمیشہ تلاوت کے شروع میں صرف ایک ہی بار پڑھی جائیگی، جبکہ بسملہ یعنی: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِيْم پڑھنے کے بارے میں کچھ تفصیل ہے، جس کا بیان درجِ ذیل ہے:

(۱) فصلِ کُل:

یعنی استعاذہ کے بعد وقف کرنا، اور پھر بسم اللہ کے بعد وقف کرنا، اس کے بعد سورت شروع کرنا (یہی سب سے افضل طریقہ ہے)۔

(۲)فصلِ اول،وصلِ ثانی:

یعنی استعاذہ کے بعد وقف کرنا،اور پھر بسم اللہ کے بعد وقف کئے بغیر اسے سورت کے ساتھ ملا کر پڑھنا۔

(۳)وصلِ اول،فصلِ ثانی:

یعنی استعاذہ پر وقف کئے بغیر اسے بسم اللہ کے ساتھ ملا کر پڑھنا،اور پھر بسم اللہ پر وقف کرنا،اس کے بعد الگ سے سورت شروع کرنا۔

(۴)وصلِ کُل:

یعنی سب ہی کو ملا کر پڑھنا،استعاذہ سے شروع کر کے اس پر وقف کئے بغیر اور پھر بسم اللہ پر بھی وقف کئے بغیر سورت شروع کر دینا۔

دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ پڑھنے کا طریقہ:

(۱) فصلِ کُل:

یعنی گذشتہ سورت کے اختتام پر وقف کرے،اس کے بعد بسم اللہ پر بھی وقف کرے،اس کے بعد نئی سورت شروع کرے۔

(۲)فصلِ اول،وصلِ ثانی:

یعنی گذشتہ سورت کے اختتام پر وقف کرے،اس کے بعد بسم اللہ کو نئی سورت کے ساتھ ملا کر پڑھے۔

(۳)وصلِ کُل:

یعنی گذشتہ سورت کے اختتام پر وقف کئے بغیر بسم اللہ سے ملا کر اور پھر بسم اللہ پر بھی وقف

کئے بغیر اسے نئی سورت کے ساتھ ملا کر (یعنی سب ہی کو ملا کر) پڑھے۔

درمیان سورت سے تلاوت شروع کرنے کا طریقہ:

☆ قرآن کریم کی تلاوت کسی سورت کے درمیان سے شروع کرتے وقت صرف استعاذہ یعنی اعوذ باللہ پڑھ لینا کافی ہے، بسم اللہ ضروری نہیں، اگر بسم اللہ بھی پڑھے تو ایسے میں وہی چاروں صورتیں درست ہیں جن کا تذکرہ گذشتہ صفحہ پر گذرا ہے، یعنی: (۱) فصلِ کُل (۲) فصلِ اول، وصلِ ثانی (۳) وصلِ اول، فصلِ ثانی (۴) وصلِ کُل۔

درمیان سورت سے تلاوت شروع کرتے وقت صرف استعاذہ کا طریقہ:

☆ درمیان سورت سے تلاوت شروع کرنے کی صورت میں اگر صرف استعاذہ یعنی اعوذ باللہ پڑھنے پر اکتفاء کرے تو ایسے میں دو طریقے ہیں:

(۱) فصل: یعنی استعاذہ پر وقف کر کے اس کے بعد (درمیان سورت سے) تلاوت شروع کرنا۔

(۲) وصل: یعنی استعاذہ پر وقف کئے بغیر اسے آیت کے ساتھ ملا کر پڑھنا، البتہ اس صورت میں اس بات کا خیال رکھنا ہوگا کہ استعاذہ کے بعد جس آیت سے تلاوت شروع کی جارہی ہے اس کے شروع میں لفظ ''اللہ'' نہ ہو، نہ ہی اللہ کی کوئی صفت ہو، کیونکہ استعاذہ کے آخر میں ''الشیطان الرجیم'' ہے، لہٰذا اسے اللہ کے نام سے یا اس کی کسی صفت سے ملانا ہرگز جائز نہ ہوگا۔

سورۃ توبہ شروع کرنے کا طریقہ:

سورۃ توبہ کے شروع میں صرف اعوذ باللہ پڑھی جائیگی، جس کے دو طریقے ہیں:

(۱) فصل: اعوذ باللہ پر وقف کر کے اس کے بعد سورۃ توبہ شروع کرے۔

(۲) وصل: یعنی اعوذ باللہ کو سورۃ توبہ کے ساتھ ملا کر پڑھے۔

سورہ انفال اور توبہ کو ملا کر پڑھنے کا طریقہ:

سورہ انفال اور توبہ کو ملا کر پڑھنے کی صورت میں درجِ ذیل تین طریقے درست ہیں:

(۱) فصل : یعنی سورہ انفال کے آخر میں وقف کر کے سورہ توبہ شروع کرنا۔

(۲) وصل : یعنی دونوں سورتوں کو ملا کر پڑھنا۔

(۳) سکتہ : یعنی سورہ انفال اور توبہ کے درمیان ایسا معمولی سا توقف جس میں آواز تو موقوف ہو جائے مگر سانس منقطع نہ ہو۔

مشقی سوالات :

(۱) استعاذہ اور بسملہ سے کیا مراد ہے؟

(۲) تلاوتِ قرآن کریم شروع کرتے وقت استعاذہ اور بسملہ کے کیا احکام ہیں؟

(۳) کسی سورت کے درمیان سے تلاوت شروع کرتے وقت اگر صرف استعاذہ پر اکتفاء کیا جائے تو اس صورت میں کس چیز کی رعایت ضروری ہے؟

(۴) دو سورتوں کے درمیان بسم اللہ پڑھنے کا کیا طریقہ ہے؟

(۵) سورۃ توبہ کے شروع میں اعوذ باللہ کس طرح پڑھی جائیگی؟

(٦) سورۃ انفال اور توبہ کو ملا کر پڑھنے کی صورت میں کس طرح پڑھا جائیگا؟

☆☆☆

نون ساکن اورتنوین کےاحکام:

نون ساکن (یعنی جس نون پر زیر، زبر، پیش میں سے کوئی حرکت نہ ہو) اورتنوین (یعنی کسی حرف پر دوزبر، دوپیش، اور یادوزیر) کےمندرجہء ذیل چاراحکام ہیں:

(۱)اظہار (۲)ادغام (۳)اقلاب (۴)اخفاء ۔

(۱)اظہار:

☆اظہار کی تعریف:

عربی لغت میں اظہار کے معنیٰ ہیں:الایضاح والبیان ،یعنی کسی بات کوخوب وضاحت کے ساتھ بیان کرنا یا بتانا۔

یہاں علمِ تجوید کی اصطلاح میں اظہار سے مراد ہے نون ساکن یاتنوین کوخوب واضح اورظاہر کر کے پڑھنا، اسے کھینچے بغیر نیز اس میں کسی قسم کا غنّہ کئے بغیر یا چھپائے بغیر' یا اس میں کسی دوسرے حرف کی آواز ملائے بغیر پڑھنا۔

☆اظہار کے مواقع:

نون ساکن یاتنوین کے بعد جب حروفِ اظہار میں سے کوئی حرف واقع ہوتو ایسی صورت میں نون ساکن یاتنوین میں اظہار ہوگا، (خواہ نون ساکن اوراس کے بعد آنے والا حرف اظہار دونوں ایک ہی کلمہ میں ہوں[جیسے: **اَنۡعَمۡتَ، یَنۡهَوۡنَ، یَنۡأَوۡن**] یا دوالگ الگ کلمات میں ہوں[جیسے: **مِنۡ اَحَدٍ، اِنۡ هٰذَا، مَنۡ آمَنَ**]

☆حروفِ اظہار: حروفِ اظہار چھ ہیں: ہمزہ۔ھ۔ح۔خ۔ع۔غ۔ ان حروف کو

''حروفِ حلقی'' بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ ان کا مخرج حلق سے ہے، طلبہ کی سہولت کیلئے ان حروف کو مندرجۂ ذیل کلمات کے مجموعہ میں یکجا کر دیا گیا ہے: أَخِي هَاكَ عِلماً حَازَهٗ غَيرُ خَاسِرٍ یعنی ان کلمات میں سے ہر کلمہ کا پہلا حرف ''حروفِ اظہار'' میں سے ہے، مثلاً : "أخي " میں ہمزہ (ء) "هاك " میں ہا (ہ) "علماً " میں عین (ع)، اسی طرح آخر تک۔

☆ اظہار کی چند مثالیں:

نون ساکن کے بعد حرف اظہار کی چند مثالیں : **اَنۡعَمتَ ۔ يَنۡهَونَ ۔ يَنۡأَونَ ۔ اِنۡ هٰذا ۔**

تنوین کے بعد حرفِ اظہار کی چند مثالیں : **كُفُواًاَحَد ۔ اَجرٌعَظِيم ۔ لَطِيفٌ خَبِير ۔**

مشقی سوالات:

(۱) نون ساکن اور تنوین کے کتنے احکام ہیں؟

(۲) اظہار کے کیا معنیٰ ہیں؟

(۳) اظہار کب ضروری ہے؟

(۴) حروفِ اظہار کتنے اور کون کون سے ہیں؟

(۵) حروفِ اظہار کو اس نام کے علاوہ اور کس نام سے یاد کیا جاتا ہے؟

(۶) نون ساکن میں اظہار کی چند مثالیں بیان کیجئے۔

(۷) تنوین میں اظہار کی چند مثالیں بیان کیجئے۔

(۲)ادغام:

نون ساکن اور تنوین کے چار احکام میں سے دوسرا حکم ادغام ہے۔

☆ادغام کی تعریف:

ادغام کے لفظی معنی ہیں: الادخـــال، یعنی دو چیزوں کو اس طرح سے ملا دینا کہ وہ ایک ہو جائیں، جبکہ یہاں علمِ تجوید کی اصطلاح میں ادغام کے معنیٰ ہیں: ادخـــال حـرف ساكن بحرف متحرك بحيث يصيران حرفاً واحداً من جنس الثاني مُشـــدّداً، یعنی کسی ساکن حرف کو متحرک حرف کے ساتھ اس طرح ملا کر پڑھا جائے کہ وہ دونوں ایک ہی ہو جائیں، البتہ پڑھتے وقت آواز دوسرے حرف کی آئے، نیز یہ کہ دوسرے حرف کو (ادغام کی علامت کے طور پر) مشدد (تشدید کے ساتھ) پڑھا جائے۔

☆ادغام کے مواقع:

نون ساکن یا تنوین کے بعد جب حروفِ ادغام میں سے کوئی حرف واقع ہو تو نون ساکن یا تنوین کو اس حرفِ ادغام میں مُدغم کر دیا جائیگا، یعنی اسے اس حرفِ ادغام کے ساتھ ملا کر اس طرح پڑھا جائیگا کہ صرف ایک ہی حرف یعنی دوسرے حرف (جو کہ حرفِ ادغام ہے) کی آواز غالب ہو جائے۔

☆حروفِ ادغام:

حروفِ ادغام چھ ہیں، جو کہ ''یرملون'' میں جمع ہیں، یعنی: ی۔ر۔م۔ل۔و۔ن۔

☆ادغام کی اقسام:

ادغام کی دو قسمیں ہیں:(۱) غنّہ کے ساتھ ادغام (۲) غنّہ کے بغیر ادغام۔

(۱)غنّہ کے ساتھ ادغام کا بیان: (اسے ادغامِ ناقص بھی کہا جاتا ہے)

اس سے قبل یہ بات گذر چکی ہے کہ حروفِ ادغام یر ملون (یعنی: ی۔ر۔م۔ل۔و۔ن) ہیں۔

ان حروفِ ادغام میں سے '' یـنـمـو '' (یعنی: ی۔ن۔م۔و) کو علیحدہ کرلیا جائے، باقی رہ جائیں گے: ''ل'' اور ''ر'' ۔

☆ پہلے مجموعہ حروف یعنی: '' یـنـمو '' (ی۔ن۔م۔و) میں سے کوئی حرف اگر نون ساکن یا تنوین کے بعد آجائے تو اس صورت میں نون ساکن یا تنوین میں پہلی قسم کا ادغام ہوگا، یعنی غنّہ کے ساتھ ادغام، جسے ادغامِ ناقص بھی کہا جاتا ہے۔

☆ غنّہ کے معنیٰ:

غنّہ سے مراد یہ ہے کہ کسی حرف کے تلفظ کے وقت آواز قدرے ناک سے نکالی جائے ،نیز اسے دو حرکتوں کی مقدار (یعنی تقریباً دو تک گنتی گننے یا انگلی کو دو بار کھولنے یا بند کرنے کی مقدار کے برابر) کھینچ کر پڑھا جائے۔

☆غنّہ کے ساتھ ادغام کی چند مثالیں:

نون ساکن میں ادغام کی مثالیں: **فَمَن يَّعمَل۔ وَ اِن مِّن شَيءٍ۔ اِن نَّفَعَتِ الذِّكرىٰ۔**

تنوین میں ادغام کی مثالیں: **يَومَئذٍ نَّاعِمَة ۔ جَنَّةً وَّ حَرِيراً۔ لُؤلؤاً مَّنثُوراً۔**

☆تنبیہ:

نون ساکن میں ادغام کے سلسلہ میں یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ یہ ادغام صرف اسی وقت ہوگا جب نون ساکن اوراس کے بعد آنے والا حرفِ ادغام دونوں دوعلیحدہ کلمات میں ہوں ،یعنی نون ساکن ایک کلمہ کے آخر میں ہواوراس کے بعد حرفِ ادغام الگ سے دوسرے کلمہ کے شروع میں ہو،جیسا کہ گذشتہ مثالوں (**فَمَن يَّعمَل - وَ اِن مِّن شَيءٍ - اِن نَّفَعَتِ الذِكرىٰ**) سے یہ بات واضح ہے، چنانچہ **فَمَن يَّعمَل** دوالگ الگ کلمات ہیں(**فَمَن**) اور (**يَّعمَل**) اس مثال میں نون ساکن الگ کلمہ میں ہے،یعنی پہلے کلمہ (**فَمَن**) کے آخر میں، جبکہ حرفِ ادغام (ی) الگ سے دوسرے کلمہ (**يَّعمَل**) کے شروع میں ہے۔

اس کے برعکس اگرنون ساکن اورحرفِ ادغام دونوں ایک ہی کلمہ میں ہوں تو ادغام نہیں ہوگا(بلکہ اظہار ہوگا) جیسے:**دُنيا - صِنوان - قِنوان - بُنيان** - (اس اظہارکو''اظہارمطلق'' کہا جاتا ہے)۔

(۲)ادغام بلاغنہ،یعنی:بغیرغنّہ کےادغام: (اسےادغامِ کامل بھی کہاجاتاہے)

حروفِ ادغام(یـرملـون،یعنی:ی۔ر۔م۔ل۔و۔ن)میں سے "یـنـمـو "(یعنی: ی۔ن۔م۔و) کوالگ کرنے کے بعد دوحروف باقی بچ گئے،یعنی: ''ل'' اور ''ر'' ۔

☆نون ساکن یاتنوین کے بعد اگران دونوں باقی ماندہ حروف یعنی:''ل'' اور ''ر'' میں سے کوئی حرف واقع ہوتواس صورت میں نون ساکن یاتنوین کواس کے بعد آنے والے اس حرفِ ادغام (ل۔ر) میں ادغام کرکے پڑھاجائیگا، اور یہ ادغام بغیرغنّہ کے ہوگا،یعنی نہ توناک میں تلفظ ہوگا،اورنہ ہی اسے کھینچ کرپڑھاجائیگا، بلکہ مکمل ادغام ہوگا۔

☆ادغام بلاغنہ کی چند مثالیں:

”ل“ میں ادغام کی مثال: **مِن لَّدُنَّا۔ هُمَزَةٍ لُّمَزَة۔**

”ر“ میں ادغام کی مثال: **قالَ نوحٌ رَّبِ۔ غَفورٌ رَّحيم۔**

مشقی سوالات:

(۱)ادغام کے کیا معنیٰ ہیں؟

(۲)ادغام کی کتنی قسمیں ہیں؟

(۳)حروفِ ادغام کون سے ہیں؟ (ان میں سے غنّہ والے اور بغیر غنّہ والے حروف ادغام الگ کیجئے)

(۴)ادغامِ ناقص اور ادغامِ کامل سے کیا مراد ہے؟

(۵)غنّہ سے کیا مراد ہے؟

(۳)اقلاب:

نون ساکن اور تنوین کے چار احکام میں سے تیسرا حکم ''اقلاب'' ہے۔

☆اقلاب کی تعریف:

اقلاب کے لفظی معنیٰ ہیں : تحویل الشيء من وجهه ، أي من أصله وحقيقته، یعنی کسی چیز کی اصلیت کو یا اس کی اصلی شکل اور حقیقت کو بدل دینا۔

یہاں علمِ تجوید کی اصطلاح میں اقلاب سے مراد ہے: قلب النون الساكنة أوالتنوين ميماً مخفاة بغنّة اذاوقع بعدها حرف الباء ، یعنی نون ساکن یا تنوین کے بعد اگر حرفِ اقلاب (یعنی ''ب'') آجائے تو اس نون ساکن یا تنوین کو حرف ''م'' سے بدل دیا جائے اور اس میں غنہ بھی کیا جائے۔

☆حرفِ اقلاب:

حرفِ اقلاب صرف حرف ''ب'' ہے، لہٰذا نون ساکن یا تنوین کے بعد اگر یہ حرفِ اقلاب یعنی ''ب'' آجائے تو نون ساکن یا تنوین کو ''م'' سے بدل دیا جائیگا، یعنی لکھنے میں تو ''ن'' ہی رہیگا، مگر پڑھتے وقت اسے ''ن'' کی بجائے ''م'' پڑھا جائیگا، نیز اسے پڑھتے وقت اس میں غنّہ کی آواز بھی ہوگی۔

☆چند مثالیں:

نون ساکن کے بعد حرفِ اقلاب: **اَنۢبِئْهُم** (اسے **اَمْبِئْهُم** پڑھا جائیگا) **اَنۢ بُوْرِكَ** (**اَمْ بُوْرِكَ** پڑھا جائیگا) **لَيُنۢبَذَنَّ** (اسے **لَيُمْبَذَنَّ** پڑھا جائیگا)

تنوین کے بعد حرفِ اقلاب کی مثال: **سَمِيعٌۢ بَصِيْر** (**سَمِيعُم بصير** پڑھا جائیگا)

عَلِيۡمٌ بِذَاُتِ الصُّدُوۡر (علیمُم بذات الصّدور پڑھا جائیگا)

مشقی سوالات :

(۱) اقلاب کے کیا معنیٰ ہیں؟

(۲) حرفِ اقلاب کون سا ہے؟

(۳) نون ساکن میں اقلاب کی کوئی مثال ذکر کیجئے

(۴) تنوین میں اقلاب کسی مثال سے واضح کیجئے۔

(۴)اخفاء:

نون ساکن اور تنوین کے احکام میں سے چوتھا اور آخری حکم اخفاء ہے۔

☆اخفاء کی تعریف:

عربی میں ''اخفاء'' کے معنیٰ ''ستر'' کے ہیں، یعنی چھپانا، جیسے اردو میں بھی کسی چھپی ہوئی چیز کو مخفی یا خفیہ کہا جاتا ہے۔

یہاں علمِ تجوید کی اصطلاح میں ''اخفاء'' سے مراد یہ ہے کہ کسی حرف کو اس طرح پڑھا جائے کہ اظہار اور ادغام کے درمیان کی کیفیت ہو، نون کی آواز کو ''غنّہ'' کے ذریعے قدرے چھپایا جائے۔

☆اخفاء کے مواقع:

نون ساکن یا تنوین کے بعد حروفِ اخفاء میں سے جب کوئی حرف واقع ہو تو نون ساکن یا تنوین کو اخفاء کے ساتھ پڑھا جائیگا، جس کی کیفیت اوپر بیان کی گئی ہے۔

☆حروفِ اخفاء:

حروفِ تہجی کی کُل تعداد ۲۸ ہے، ان میں سے اظہار کے چھ حروف (ہمزہ۔ھ۔ح۔خ۔ع۔غ) اور ادغام کے چھ حروف (یرملون، یعنی: ی۔ر۔م۔ل۔و۔ن) اور اقلاب کا ایک حرف (ب) علیحدہ کردیا جائے ، جن کی تعداد ۱۳ بنتی ہے، لہٰذا ۲۸ میں سے ان ۱۳ حروف کو نکال دینے کے بعد باقی پندرہ حروف بچ گئے ، اب یہی باقی ماندہ پندرہ حروف ''حروفِ اخفاء'' ہیں، جن کی تفصیل یہ ہے: ص۔ذ۔ث۔ک۔ج۔ش۔ق۔س۔د۔ط۔ز۔ف۔ت۔ض۔ظ۔ طلبہ کی سہولت کیلئے ان حروف کو مندرجۂ ذیل کلمات کے

مجموعہ میں یکجا کر دیا گیا ہے:

صِف ذَا ثَنَا کَم جَادَ شَخصٌ قَد سَمَا   دُم طَیِّباً زِد فِی تُقیٰ ضَع ظَالِمَا

یعنی ان کلمات میں سے ہر کلمہ کا پہلا حرف ''حروفِ اخفاء'' میں سے ہے، مثلاً: ''صِف'' میں حرف: ''ص''۔ ''ذا'' میں حرف: ''ذ''۔ ''ثنا'' میں حرف: ''ث''۔ اسی طرح آخر تک۔

☆ **اخفاء کی چند مثالیں:**

نون ساکن کے بعد حرفِ اخفاء : **مَنصُورا۔ مَنشُورا۔ لَئِن شَکَرتُم۔**

تنوین کے بعد حرفِ اخفاء : **خَلقاً جَدِیداً۔ بَشَراً سَوِیّاً۔ عُلُوّاً کَبِیراً۔**

مشقی سوالات:

(۱) اخفاء کے کیا معنیٰ ہیں؟

(۲) اخفاء کی کیفیت بیان کیجئے

(۳) حروفِ اخفاء کتنے اور کون کون سے ہیں؟

(۴) نون ساکن میں اخفاء کی چند مثالیں بیان کیجئے

(۵) تنوین میں اخفاء کی چند مثالیں بیان کیجئے۔

میم ساکن کے احکام:

’’م‘‘ ساکن کے تین احکام ہیں: ادغام۔اخفاء۔اظہار۔جس کی تفصیل درجِ ذیل ہے:

(۱)ادغام:

جب میم ساکن کے بعد حرف میم واقع ہوتو ان دونوں حروف (میم) کوآپس میں مُدغم کردیاجائیگا(۱)یعنی دونوں کوملادیاجائیگا،یوں یہ دونوں میم مل کرایک ہی میم بن جائیں گی، جسے غنّہ کے ساتھ(یعنی قدرے ناک میں اور کچھ کھینچ کر) پڑھاجائیگا (۱)

☆ادغام کی چندمثالیں: **لَهُمْ مَّا يَشَاؤنَ فِيهَا۔ لَكُمْ مَّاكَسَبْتُم۔ عَلَيهِمْ مُّؤْصَدَة۔**

(۲)اخفاء:

میم ساکن کے تین احکام میں سے دوسراحکم’’اخفاء‘‘ ہے،یعنی میم ساکن کے بعداگرحرف ’’ب‘‘ واقع ہوتو میم کوغنہ کے ذریعے اخفاءکےساتھ پڑھاجائیگا۔ (۲)

☆اخفاءکی مثالیں:

فَاحكُمْ بَينَهُم۔ تَرميهِمْ بِحِجَارةٍ ۔ وَمَاهُمْ بِخَارِجِينَ۔

☆تنبیہ:

یہاں میم ساکن کے احکام کے ضمن میں’’اخفاء‘‘ کے بیان میں یہ وضاحت بھی ضروری ہے کہ ادغام کابیان تواس سے قبل’’نون ساکن‘‘ کے باب میں بھی گذراہے،مگراُس اخفاءاور

(۱)اس سے قبل صفحہ: ۳۷ پرادغام کی تعریف گذرچکی ہے۔

(۲)اس سے قبل صفحہ:۴۳ پرقبل نون ساکن کے احکام میں’’اخفاء‘‘ کابیان اورضروری تفصیل گذرچکی ہے۔

یہاں ''میم ساکن'' کے باب میں اخفاء میں ایک معمولی سا فرق یہ ہے کہ اس موجودہ اخفاء یعنی میم ساکن میں اخفاء کو ''اخفاءِ شفوی'' کہا جاتا ہے، کیونکہ حرف ''م'' نیز حرف ''ب'' دونوں کی ادائیگی دونوں ہونٹوں کے درمیان سے ہوتی ہے (شفوی ''شفہ'' سے مأخوذ ہے جس کے معنیٰ ہونٹ کے ہیں)۔

(۳) اظہار:

میم ساکن کے تین احکام میں سے تیسرا اور آخری حکم ''اظہار'' ہے۔

میم ساکن کے بعد اگر حرفِ ادغام یعنی: ''میم'' اور اسی طرح حرفِ اخفاء یعنی: ''ب'' کی بجائے باقی ماندہ چھبیس حروفِ تہجی میں سے کوئی حرف واقع ہو تو میم ساکن میں ''اظہار'' ہوگا، یعنی اسے خوب واضح کر کے پڑھا جائیگا، نہ اس میں غنّہ ہوگا اور نہ ہی اسے کھینچ کر پڑھا جائیگا(۱) جیسے: **اَلَمْ تَرَ۔ اَلَمْ يَجْعَلْ۔ كَيْدَهُمْ فِيْ۔ عَلَيْهِمْ طَيْراً۔**

مشقی سوالات:

(۱) میم ساکن کے کتنے احکام ہیں؟

(۲) میم ساکن میں اخفاء اور نون ساکن میں اخفاء میں کیا فرق ہے؟

(۳) میم ساکن میں اظہار اور نون ساکن میں اظہار میں کیا فرق ہے؟

(۴) سورۃ الفیل میں کتنے مقامات پر میم ساکن موجود ہے؟ ان مقامات میں سے ہر ایک میں میم کا حکم بیان کیجئے۔

(۵) سورۃ الفاتحہ میں میم ساکن تلاش کیجئے اور اس کا حکم بیان کیجئے۔

(۱) اظہار کا بیان بمعہ ضروری تفصیل نون ساکن کے احکام میں صفحہ: ۳۵ پر گذر چکا ہے۔

نون مُشدّ داورمیم مُشدّ دکا بیان:

☆نون اورمیم مُشدّ د سے مراد:

مُشدّ د سے مراد وہ حرف ہے جس پر تشدید ہو، لہٰذا نون مُشدّ داورمیم مُشدّ د سے مراد وہ نون اورمیم ہیں جن پر تشدید ہو (تشدید کو ''شد'' یا ''شدّ ہ'' بھی کہا جاتا ہے)

☆نون اورمیم مُشدّ د کا حکم:

نون مُشدّ د نیز میم مُشدّ د کا حکم یہ ہے کہ ان دونوں کو ہمیشہ غنّہ کے ساتھ پڑھا جائیگا، یعنی آواز قدرے ناک سے آئے، نیز دو حرکتوں کی مقدار اسے کھینچ کر پڑھا جائے (۱)

☆چند مثالیں:

اِنَّ اللّٰہَ ۔ اِنَّا اَعطَینَاكَ الکَوثَر۔ فَاُمُّه ھَاوِیَة ۔ فَاَمَّا مَنْ اَعطٰی۔ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰہِ ۔

مشقی سوالات:

(۱) نون مُشدّ داورمیم مُشدّ د سے کیا مراد ہے؟

(۲) نون مُشدّ داورمیم مُشدّ د کا کیا حکم ہے؟

☆☆☆

(۱) غنّہ کا تذکرہ اس سے قبل صفحہ: ۳۸ پر گذر چکا ہے۔

تفخیم اور ترقیق کا بیان :

☆تفخیم اور ترقیق سے مراد:

" **تفخیم**" کے لفظی معنیٰ ہیں: "تسمین" یعنی کسی حرف کو پُر [موٹا] کر کے پڑھنا، جبکہ "**ترقیق**" کے لفظی معنیٰ ہیں: "تحیف" یعنی کسی حرف کو باریک پڑھنا۔

☆تنبیہ:

اگرچہ " **تفخیم**" اور "**تغلیظ**" دونوں ہم معنیٰ ہیں، یعنی: کسی حرف کو پُر (موٹا) کر کے پڑھنا، مگر یہ بات ذہن میں رہے کہ "لام" کو پُر کر کے پڑھنے کی جب بات ہوتی ہے تو وہاں عام طور پر "**تغلیظ**" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے، جبکہ اگر باقی حروف میں سے کسی کو پُر کر کے پڑھنے کی بات ہو تو وہاں " **تفخیم**" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

☆وہ حروف جنہیں ہمیشہ پُر پڑھا جاتا ہے:

ان حروف کو "حروفِ استعلاء" کہا جاتا ہے، ان تمام حروف کو اس مجموعہ میں یکجا کر دیا گیا ہے: "**خُصّ ضَغْطٍ قِظْ**" لہٰذا اس مجموعہ میں موجود ہر حرف کو ہمیشہ پُر ہی پڑھا جائے گا۔

چند اہلِ علم نے یہاں مزید یہ تفصیل بھی بیان کی ہے کہ ان مذکورہ حروف میں سے پھر خاص طور پر : ص ۔ض۔ ط۔ظ (ان کے مجموعہ کو "حروفِ اطباق" کہا جاتا ہے) کو مزید پُر کیا جائے گا۔

☆ **وہ حروف جنہیں ہمیشہ باریک پڑھا جاتا ہے:**

گذشتہ حروفِ استعلاء (خص ضغط قظ) کے سوا باقی تمام حروف (جنہیں حروفِ استفال کہا جاتا ہے) کو ہمیشہ ترقیق کے ساتھ یعنی باریک پڑھا جائے گا۔

البتہ ان حروف میں سے دو حرف ایسے ہیں جن میں کچھ تفصیل ہے، ان میں سے ایک تو ''لفظِ جلالہ'' یعنی اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نام (اللہ) میں موجود ''لام'' ہے۔ اور دوسرا حرف ''را'' ہے۔ اس کی تفصیل درجِ ذیل ہے:

''لفظِ جلالہ'' (اللہ) میں موجود ''لام'' کا حکم:

''لفظِ جلالہ'' یعنی: اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے نام (اللہ) میں موجود حرف ''ل'' کے ماقبل یعنی اس سے پہلے حرف پر اگر زبر یا پیش ہو تو اس ''ل'' کو پُر پڑھا جائے گا۔ جیسے: **مِنَ اللّٰهِ۔ هُوَاللّٰهُ۔ يُرِيدُاللّٰهُ۔ رَزَقَكُمُ اللّٰهُ۔**

اور اگر اس سے پہلے حرف کے نیچے زیر ہو تو اس ''ل'' کو باریک پڑھا جائے گا۔ جیسے: **بِاللّٰهِ۔ بِسمِ اللّٰهِ ۔ يُرِدِاللّٰهُ۔**

☆ **تنبیہ:**

یہاں یہ بات ذہن میں رہے کہ لفظ ''اللہ'' اگر کسی جگہ اکیلا ہی استعمال ہو، یا کسی آیت یا جملے کی ابتداء میں ہو (جیسے: اللہ الصمد، یا: اللہ اکبر) اس صورت میں چونکہ ''ل'' سے پہلے خود لفظ ''اللہ'' ہی میں موجود ''الف'' کے اوپر زبر ہے، لہٰذا ''ل'' کو پُر پڑھا جائے گا۔

☆ **تنبیہ:**

نیز یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ ''ل'' کو پُر یا باریک پڑھنے سے متعلق یہ احکام اور یہ تمام تفصیل صرف اس ''ل'' کے بارے میں ہے جو کہ ''لفظِ جلالہ'' یعنی: ''اللہ'' میں واقع ہے۔

جبکہ اس کے علاوہ باقی ہر جگہ ''ل'' کا ایک ہی حکم ہے۔ یعنی: ترقیق (یعنی: باریک پڑھنا) کیونکہ ''لام'' حروفِ استعلاء میں سے نہیں، بلکہ حروفِ استفال میں سے ہے۔

مشقی سوالات :

(۱) حروفِ استعلاء سے کیا مراد ہے؟

(۲) حروفِ اطباق سے کیا مراد ہے؟

(۳) حروفِ استفال سے کیا مراد ہے؟

(۴) ''لفظِ جلالہ'' سے کیا مراد ہے؟

(۵) لفظِ جلالہ میں موجود ''لام'' کے کیا احکام ہیں؟

(۶) ''اللّٰہ اکبر'' میں لام پُر پڑھا جائیگا یا باریک؟ وجہ بھی بیان کیجئے

(۷) ''لفظِ جلالہ'' میں موجود لام کے علاوہ باقی ہر جگہ لام کو کس طرح پڑھا جائیگا؟

’’را‘‘ کے احکام:

’’را‘‘ کے تین احکام ہیں: (۱) **تفخیم** یعنی پُر کرکے پڑھنا (۲) **ترقیق** یعنی باریک پڑھنا (۳) جواز الوجہین یعنی: دونوں طرح پڑھنے کا جواز۔ اس کی تفصیل درجِ ذیل ہے:

(۱) **تفخیم :** (یعنی درجِ ذیل صورتوں میں ’’ر‘‘ کو پُر (موٹا) پڑھا جائیگا)

(۱) ’’ر‘‘ جب مفتوح ہو، یعنی اس کے اوپر فتحہ (زبر) ہو۔ مثال: **رَبّ ۔ رَسُول ۔ الرَّحمٰن**۔

(۲) ’’ر‘‘ جب مضموم ہو، یعنی اس کے اوپر ضمہ (پیش) ہو۔ مثال: **أمْرُ اللّٰه ۔ نَصْرُ اللّٰه** ۔

(۳) ’’ر‘‘ جب ساکن ہو اور اس کا ماقبل مفتوح ہو، یعنی اس سے پہلے حرف پر فتحہ (زبر) ہو۔ مثال: **ذَرْنِي ۔ قَرْيَة** ۔

(۴) ’’ر‘‘ جب ساکن ہو اور اس کا ماقبل مضموم ہو، یعنی اس سے پہلے حرف پر ضمہ (پیش) ہو۔ مثال: **وَاهْجُرْهُمْ ۔ غُرْفَة** ۔

(۵) ’’ر‘‘ جب ساکن ہو اور اس سے پہلے حرف کے نیچے عارضی کسرہ (زیر) ہو، یعنی اصل میں وہ زیر نہ ہو بلکہ سکون ہو، مگر اس حرف کو اس کے بعد والے حرف کے ساتھ ملا کر پڑھنے کی صورت میں یہ سکون زیر سے تبدیل ہو گیا ہو۔ مثال: **أمِ ارْتَابُوْا ۔ لِمَنِ ارْتَضٰى ۔ اِنِ ارْتَبْتُمْ** ۔

(۶) ’’ر‘‘ جب ساکن ہو اور اس سے پہلے حرف کے نیچے اصلی کسرہ (زیر) ہو، مگر اس ’’ر‘‘ کے بعد حرفِ استعلاء مفتوح یا مضموم ہو (یعنی اس حرفِ استعلاء پر زبر یا پیش ہو) مثال:

قِرْطَاسُ ۔ مِرْصَادُ ۔ فِرْقَة ۔ (حروف استعلاء: خص ضغط قظ)
یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ مذکورہ صورت میں یہ بات ضروری ہے کہ ''ر'' ساکن اوراس کے بعد حرف استعلاء دونوں ایک ہی کلمہ میں ہوں، جبکہ اگر یہ دونوں دو علیحدہ کلمات میں واقع ہوں (یعنی ''ر'' ساکن پہلے کلمہ کے آخر میں اوراس کے بعد حرفِ استعلاء دوسرے کلمہ کے شروع میں) ایسی صورت میں ''ر'' ساکن میں **تـــفـــخيـــم** نہیں ہوگی۔ مثلاً:
أنْذِرْقَوْمَكَ ۔ فَاْصْبِرْصَبْراً ۔
(۷) ''ر'' جب ساکن ہواوراس کا ماقبل (اس سے پہلا حرف) بھی ساکن ہو، مگر وہ حرف ''ی'' نہ ہو، کوئی دوسرا حرف ہو، اوراس سے بھی پہلے حرف پر زبر یا پیش ہو۔ مثال:
القَدْر ۔ شَهْرُ ۔ العَصْرُ ۔ خُسْرُ ۔
☆ فائدہ: سورۃ القدر کی ہر آیت کے آخر میں (بحالتِ وقف) مذکورہ صورت کی مثال موجود ہے۔

(۲) ترقیق : (یعنی درجِ ذیل صورتوں میں ''ر'' کو باریک پڑھا جائیگا) :
(۱) ''ر'' جب مکسور ہو، یعنی اس کے نیچے کسرہ (زیر) ہو۔ مثال: **رِجَال ۔ الآخِرِيْنَ ۔**
(۲) ''ر'' جب ساکن ہواوراس سے پہلے حرف کے نیچے اصلی کسرہ (زیر) ہو۔ اور ''ر'' کے بعد کوئی حرف استعلاء نہ ہو۔ مثال: **فِرْدَوْسُ ۔ فِرْعَوْن ۔ شِرْبٍ ۔ مِرْيَةٍ ۔**
(۳) ''ر'' جب ساکن ہواوراس سے پہلے حرف ''ی'' ساکن ہو۔ مثال: **يَسِيْرُ ۔ خَبِيْرُ ۔ بَصِيْرُ ۔ نَذِيْرُ ۔ قَدِيْرُ ۔ خَيْرُ ۔**
(۴) ''ر'' جب ساکن ہواوراس سے پہلے بھی کوئی حرف ساکن ہو، جس سے پہلے حرف کے نیچے کسرہ (زیر) ہو۔ مثال: **السِّحْرُ ۔ الذِّكْرُ ۔ الحِجْرُ ۔**

(۳) جواز الوجهین : (یعنی: ''رؔ''میں **تفخیم و ترقیق** دونوں کا جواز)

(ا) ''رؔ'' جب ساکن ہواوراس سے پہلے حرف کے نیچے اصلی کسرہ (زیر) ہو، اوراس (ر) کے بعد کوئی حرف استعلاء مکسور ہو(ا) یعنی جس کے نیچے کسرہ (زیر) ہو۔ مثال: **فِرْقٍ**۔

(۲) ''رؔ'' جب ساکن ہواوراس سے پہلے حرف استعلاء ساکن ہواوراس (حرف استعلاء) سے پہلے حرف کے نیچے کسرہ (زیر) ہو۔ مثال: **القِطْرُ ۔ مِصْرُ** ۔

مشقی سوالات :

(ا) ''**تفخیم**'' اور ''**ترقیق**'' سے کیا مراد ہے؟

(۲) ''رؔ'' میں ''**تفخیم**'' کب ضروری ہے؟

(۳) ''رؔ'' ''**ترقیق**'' کب ضروری ہے؟

(۴) ''را'' میں کن صورتوں میں ''**تفخیم**'' اور ''**ترقیق**'' دونوں جائز ہیں؟

(۵) مندرجہء ذیل مثالوں میں ''را'' کا حکم بیان کیجئے:

وَ الْغَارِمِينَ ۔ رِجَالٌ۔ وَالْفَجْرِ۔ رِيْحٌ۔ رَبٌّ۔ رَسُولٌ۔ نَصْرُاللّٰهِ۔ الْكَافِرُونَ۔ فِرْعَونَ۔ فِرْدَوس۔ اَنْذِرْقَومَكَ۔ حِجْرٌ۔ قِرْطَاسٌ۔ مِرْصَادٌ۔ مِصْرُ۔ فِرْقَةٍ۔ فِرْقٍ۔

مدّ کے احکام:

☆ ''مدّ'' کے معنیٰ:

عربی لغت میں ''مدّ'' کے معنیٰ ہیں: الاطالة و الزیادة یعنی کھینچنا، یازیادہ کرنا، مدد کرنا، کسی کو کچھ دینا، قرآن کریم میں ارشاد ہے: ﴿وَيُمۡدِدۡكُمۡ بِأَمۡوَالٍ وَّبَنِيۡنَ﴾ (۱) (یعنی: اللہ تمہیں عطاء فرمائے گا مال واولاد)

علمِ تجوید کی اصطلاح میں ''مدّ'' سے مراد ہے: اطالة الصّوت في حرف المدّ یعنی حرفِ مد کو پڑھتے وقت طویل کر کے یعنی کھینچ کر یا لمبا کر کے پڑھنا۔

☆ مدّ کے حروف: حروفِ مد تین ہیں:

(۱) الف ساکن جس کا ماقبل مفتوح ہو (یعنی ایسا الف جو خود ساکن ہو اور اس سے پہلے حرف کے اوپر فتحہ یعنی زبر ہو)

(۲) واو [و] ساکن جس کا ماقبل مضموم ہو (یعنی ایسی واو جو خود ساکن ہو اور اس سے پہلے حرف کے اوپر ضمہ یعنی پیش ہو)

(۳) یا [ی] ساکن جس کا ماقبل مکسور ہو (یعنی ایسی ''ی'' جو خود ساکن ہو اور اس سے پہلے حرف کے نیچے کسرہ یعنی زیر ہو۔

مثال: نُوۡحِيۡهَاۤ ۔ اُوۡذِيۡنَا ۔ آتُوۡنِي مذکورہ تینوں کلمات میں سے ہر ایک میں تینوں حروفِ مد موجود ہیں۔

---

(۱) نوح [۱۲]

مدّ کی اقسام:

مد کی دو قسمیں ہیں:(۱) مد اصلی (۲) مد فرعی۔

(۱) مدّ اصلی :

هو الّذي لايتوقّف علىٰ سبب ، ولاتقوم ذات الحرف الا بهٖ ۔ یعنی مد اصلی سے مراد وہ مد ہے جس کیلئے کسی سبب کی موجودگی ضروری نہیں ہے۔ نیز یہ کہ حرفِ مد کا تلفظ اس مد (اصلی) کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ یا یوں سمجھ لیا جائے کہ حرفِ مد کے تلفظ کے وقت یہ مد خود بخود ہی ہوجاتا ہے، اسی لئے اسے 'مدّ طبیعی'' بھی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ طبعِ سلیم (درست مزاج) رکھنے والا کوئی بھی انسان حرفِ مد کا تلفظ اسی طرح کیا کرتا ہے۔

☆مدّ اصلی کے حروف:

مد اصلی کے حروف وہی ہیں جن کا تذکرہ اس سے قبل حروفِ مد کے بیان میں گذرا ہے اور جو کہ نُــوحِيْهَــا میں یکجا ہیں، یعنی (۱) الف [ا] ساکن جس کا ماقبل مفتوح ہو (۲) واو [و] ساکن جس کا ماقبل مضموم ہو (۳) یا [ی] ساکن جس کا ماقبل مکسور ہو۔

☆مدّ اصلی کا حکم:

اثبات حرف المدّ دون الزيادة عليه ، یعنی حرفِ مد کو طول دیئے بغیر پڑھنا۔
اس کیفیت کو ''قصر'' کہا جاتا ہے، یعنی حرفِ مد کو محض دو حرکتوں کی مقدار کھینچ کر پڑھا جائیگا، حرکت سے مراد وقت کی وہ مقدار ہے جس میں انسان عام طور پر درمیانی رفتار سے اپنے ہاتھ کی کوئی ایک انگلی کھولتا ہے یا بند کرتا ہے۔

مدّ اصلی کے مُلحقات :

مدّ اصلی کے ضمن میں ہی مد کی مزید مندرجہ ذیل چار اقسام بھی شامل ہیں:

(۱) مدّ عوض:

أن يكـون حـرف الـمدّ عوضاً عن التنوين المنصوب عند الوقف ، یعنی اگر کسی کلمہ کے آخری حرف پر تنوین مفتوح ہو، یعنی اس پر دوز بر ہوں، اس کلمہ پر جب وقف کیا جائیگا تو یہ تنوین مفتوح (یعنی دوز بر) الف میں تبدیل ہو جائیگی۔

☆مثال: ''رَحِيْماً ''اس کلمہ کے آخری حرف یعنی ''میم'' پر تنوین مفتوح یعنی دوز بر ہیں ، یہ لکھنے میں تو میم ہے مگر بولنے میں ''نون'' ہے، یعنی اس کا تلفظ یوں کیا جاتا ہے''رَحِيْمَنْ '' لہٰذا اس تنوین (یعنی دوز بر) کو وقف کے وقت الف میں تبدیل کر دیا جائیگا اور یہ'' رَحِيْمَا ''ہو جائیگا، یعنی تنوین کو ختم کر کے اس کی جگہ [اس کے عوض] الف آ گیا، اس لئے اسے ''مدّ عوض'' کا نام دیا گیا، اور میم کے بعد چونکہ اب یہ الف آ گیا ہے اس لئے میم کو قدرے کھینچ کر پڑھا جائیگا یعنی: (رَحِيْمَا) اسی چیز کا نام ''مدّ عوض'' ہے۔

(۲) مدّ بدل:

أن يكـون حـرف الـمدّ بدلاً عن الهمزة الساكنة ، یعنی حرفِ مد در حقیقت ہمزہ ساکن سے تبدیل شدہ ہو، جیسے: آمَـنُـواْ ۔ اِيْمَاناً ۔ أُوْتُواْ ۔ اَلْمَوْؤُدَةُ۔ ان تمام مثالوں میں موجود ''مد'' کا نام ''مدِ بدل'' ہے، کیونکہ یہاں حرفِ مد دراصل ہمزہ ساکن سے تبدیل شدہ ہے، یعنی اصل میں وہ ہمزہ ساکن تھا، بعد میں اسے حرفِ مد سے بدل دیا گیا، چنانچہ

"آمَـنُوا" اصل میں "أَأْمَـنُوا" تھا، بعد میں دوسرے ہمزہ کو جو ساکن تھا پہلے ہمزہ کی حرکت (زبر) کے مناسب حرف (الف) سے بدل دیا گیا اور یوں یہ "أَأْمَـنُوا" سے آمَنُوا" بن گیا۔

☆مدّ بدل کا حکم:

مدِ بدل بھی چونکہ مدِ اصلی (یا مدِ طبیعی) کے ملحقات میں سے ہے، لہٰذا اسے بھی دو حرکتوں کی مقدار مد کے ساتھ (یعنی کھینچ کر) پڑھا جائے گا۔

(۳) مدّ تمکین:

مدّ تمکین سے مراد یہ ہے کہ اگر کسی کلمہ میں دو ''ی'' جمع ہو جائیں اور ان میں سے پہلی ''ی'' ساکن اور دوسری مکسور ہو یعنی اس کے نیچے زیر[کسرہ] ہو، توان دونوں کو مدغم کر دیا جائیگا، ادغام کی علامت کے طور پر ''ی'' کو مشدد بھی کر دیا جائیگا، نیز ''تمکین'' یعنی تلفظ میں سہولت کی غرض سے ''ی'' کو قدرے کھینچ کر پڑھا جائیگا (یعنی اس میں دو حرکتوں کی مقدار مد کیا جائیگا) جیسے: **حُيِّتُمْ۔ اَلنَّبِيِّنَ ۔أُمِّيِّنَ۔ رَبَّانِيِّنَ۔** ان کلمات میں دراصل پہلی ''ی'' ساکن اور دوسری مکسور تھی، دونوں کو مدغم کر دیا گیا اور ادغام کی علامت کے طور پر تشدید بھی لگا دی گئی، اور تلفظ کی سہولت کیلئے اس ''ی'' کو قصر (یعنی مد طبیعی) کے ساتھ پڑھا جائیگا، ''مدِ تمکین'' سے یہی مراد ہے۔

☆مدّ تمکین کا حکم:

مدِ تمکین بھی چونکہ مدِ اصلی (یا طبیعی) کے ملحقات میں سے ہے، لہٰذا اسے بھی (مد اصلی کی طرح) ''قصر'' یعنی دو حرکتوں کی مقدار مد کے ساتھ (یعنی کھینچ کر) پڑھا جائے گا۔

(۴) مدّ صلہ صغریٰ:

ھاء الضمیر للمُفرد الغائب [ھاء الکنایة] الواقعة بین حرکتین یجب مدّھا بمقدار حرکتین ، یعنی اس سے مراد''مفرد غائب کیلئے استعمال ہونے والی ہائے ضمیر''میں کیا جانے والا مد ہے،''ہائے ضمیر'' سے مراد وہ ''ھا'' ہے جو کلمہ کے آخر میں آتی ہے،اور جو کسی کے نام کی بجائے استعمال کی جاتی ہے،مثلاً:اردو میں''زید کی کتاب'' کہنے کی بجائے یوں کہا جائے:''اُس کی کتاب''' اسی کی مثال عربی میں یوں سمجھ لی جائے کہ: کِتَابُ زَیْدٍ" کہنے کی بجائے یوں کہا جائے: کِتَابُہٗ ،اس مثال میں کِتَابُہٗ کے آخر میں جو حرف''ھا'' ہے اسے''ہائے ضمیر'' کہا جاتا ہے(بعض کتبِ تجوید میں اسے''ہائے کنایہ '' بھی تحریر کیا گیا ہے)اور یہاں صلہ صغریٰ میں مد سے مراد اسی''ہائے ضمیر'' میں مد ہے ،جس کے احکام کی تفصیل درجِ ذیل ہے:

(الف) اگر یہ ہائے ضمیر دو متحرک حرفوں کے درمیان واقع ہو،یعنی اس سے پہلا حرف بھی متحرک ہواوراس کے بعد والا حرف بھی متحرک ہو تو ایسی صورت میں اس ہائے ضمیر کو مدّ طبیعی کے ساتھ پڑھا جائیگا، یعنی اسے دو حرکتوں کی مقدار کھینچ کر پڑھا جائیگا،اوراس''ھا'' پر اگر پیش ہو تو اسے پڑھتے وقت گویا اس کے آخر میں ''واو ساکن'' کا اضافہ ہو جائیگا،اور اگر اس''ھا'' کے نیچے زیر ہو تو پڑھتے وقت اس کے آخر میں''یا ساکن'' کا اضافہ ہو جائیگا۔

☆مثالیں: مَالَہٗ یَتَزَکّٰی ۔ بَلٰیٓ اِنَّ رَبَّہٗ کَانَ بِہٖ بَصِیْرًا۔ ان دونوں مثالوں میں ''ھا'' سے پہلے بھی حرف متحرک ہے اوراس کے بعد بھی حرف متحرک ہے،لہٰذا''ھا'' میں مدطبیعی[دوحرکتوں کی مقدار مد]ہوگا،اور''ھا'' پر پیش کی صورت میں (مثلاً:مَالَہٗ یَتَزَکّٰی)

کو پڑھتے وقت ''واوساکن'' کی آواز ظاہر ہوگی، یعنی: مَالَهٗ کو " مَالَهُوْ " پڑھا جائیگا، نیز رَبَّهٗ کو رَبَّهُوْ پڑھا جائیگا۔ جبکہ ''ھا'' کے نیچے زیر کی صورت میں (مثلاً: بِهٖ بَصِيْرًا) ''یاساکن'' کی آواز ظاہر ہوگی، یعنی: بِهٖ کو " بِهِیْ " پڑھا جائے گا۔(۱)

☆ فائدہ : مدّ صلہ صغریٰ کے بارے میں یہاں جو قاعدہ بیان کیا گیا ہے (یعنی اگر ہائے ضمیر سے پہلے بھی اور بعد میں بھی حرف متحرک ہوتو اس میں مدطبیعی ہوگا) اس قاعدہ سے یہ آیت مستثنیٰ ہے: ﴿وَ اِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ﴾ (۲) یہاں " يَرْضَهُ لَكُمْ " میں موجود ہائے ضمیر سے پہلے بھی اور اس کے بعد بھی حرف متحرک ہے، مگر اس کے باوجود یہاں ہائے ضمیر میں مد نہیں ہوگا۔

(ب) اگر اس ''ھائے ضمیر'' سے پہلے حرف متحرک کی بجائے ساکن ہوتو ''ھائے ضمیر'' میں مد نہیں ہوگا، جیسے: مِنْهُ ۔ اِلَيْهِ۔

☆ فائدہ : سورہ فرقان میں " فِيْهٖ مُهَانًا "(۳) اس مذکورہ قاعدہ سے مستثنیٰ ہے، یعنی یہاں ''ھائے ضمیر'' سے پہلے حرف ساکن کی موجودگی کے باوجود اس ''ھا'' میں مد ہوگا اور اسے " فِيْهِيْ مُهَانًا " پڑھا جائیگا۔

(ج) اگر اس ''ھائے ضمیر'' کے بعد حرف ساکن ہو تب بھی اس [ھائے ضمیر] میں مد نہیں ہوگا، جیسے: كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ ۔

(۱) برصغیر پاک وہند میں بچوں کو سمجھانے کیلئے عام طور پر ہائے ضمیر پر پیش کی صورت میں اسے ''الٹا پیش'' اور زیر کی صورت میں ''کھڑی زیر'' کہا جاتا ہے۔

(۲) الزمر[۷]

(۳) الفرقان[۶۹]

(۲) مدفرعی :

اس سے قبل صفحہ نمبر: ۵۵ پر یہ بات گذر چکی ہے کہ مد کی دو قسمیں ہیں: مداصلی اور مدفرعی۔ مداصلی کی مزید مختلف انواع واقسام نیز ان کے احکام ومسائل کا تذکرہ مکمل ہونے کے بعد اب مد کی دوسری قسم یعنی: مدّ فرعی کا تذکرہ درجِ ذیل ہے:

☆ مدفرعی کی تعریف:

هُــوَ الــذِي يَتَــوَقّفُ عَــلـىٰ سَبَــب ، یعنی: مدفرعی وہ ہے جو (مدّ اصلی کے برعکس) خود بخود نہ ہو بلکہ کسی سبب کی بناء پر ہو، یعنی جب وہ سبب پایا جائے تو مد ہوگا ورنہ نہیں۔ (جبکہ مداصلی یا طبیعی کیلئے کسی سبب کی ضرورت نہیں تھی، ملاحظہ ہو صفحہ: ۵۵)۔

☆ اسبابِ مدّ:

اسبابِ مدّ دو چیزیں ہیں، جن کا بیان درجِ ذیل ہے:

(۱) حرفِ مد کے بعد ہمزہ (ء) کی موجودگی

(۲) حرفِ مد کے بعد سکون کی موجودگی (حروفِ مد کا تذکرہ اس سے قبل صفحہ: ۵۵ پر گذر چکا ہے)

مدِ فرعی جو "ہمزہ" کی وجہ سے ہو:

اس کی صورت یہ ہے کہ حرفِ مد کے بعد ہمزہ آجائے۔ پھر اس کی مزید دو قسمیں ہیں:

(۱) متصل (۲) منفصل، اس کی وضاحت درجِ ذیل ہے:

(۱) مدّ متصل :

مدّ متصل یہ ہے کہ حرفِ مد اور اس کے بعد سببِ مد یعنی ہمزہ دونوں ایک ہی کلمہ میں

ہوں، جیسے: جَآءَ ۔ شَآءَ ۔ مَلٰٓئِکَة ۔أولٰٓئِكَ ۔ اس مد کا نام متصل اسی لئے ہے کہ حرفِ مداور سببِ مد (یعنی ہمزہ) دونوں ایک ساتھ ایک ہی کلمہ میں واقع ہوئے ہیں۔

☆مدّ متصل کا حکم :

مدّ متصل والے حرف میں ''توسط'' یعنی اسے چار حرکات کی مقدار کھینچ کر پڑھنا ضروری ہے۔البتہ اگر ہمزہ کلمہ کے آخر میں ہو(جیسے: جَآءَ ۔ شَآء) تو اس پر وقف کی صورت میں مدّ عارض للسکون (جس کا بیان آئندہ آنے والا ہے) کا قاعدہ بھی جاری ہوسکتا ہے،جس کی وجہ سے اس میں ''توسط'' کے علاوہ ''اشباع'' یعنی چھ حرکات کی مقدار کھینچنا بھی جائز ہوگا۔

☆تنبیہ: مدّ متصل کو ''مدّ واجب'' بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ اس میں توسط یعنی کم ازکم چار حرکات کی مقدار مد ضروری (واجب) ہے۔

(۲) مدّ منفصل:

مدّ منفصل یہ ہے کہ حرفِ مد کے بعد ہمزہ آ جائے اور یہ دونوں (یعنی حرفِ مد اور اس کے بعد ہمزہ) دو علیحدہ کلمات میں ہوں، یعنی حرفِ مد پہلے کلمہ کے آخر میں اور اس کے بعد سببِ مد یعنی ہمزہ دوسرے کلمہ کے شروع میں ہو، مثلاً: اَلَّذِيٓ أَحْسَنَ ۔ يٰٓاَيُّهَا ۔ اِنَّآ أَعْطَيْنٰكَ ۔ چونکہ اس صورت میں حرفِ مد اور سببِ مد یعنی ہمزہ دونوں جدا ہیں یعنی دو علیحدہ کلمات میں ہیں اس لئے مد کی اس قسم کو ''مدّ منفصل'' کہا جاتا ہے (منفصل کے معنیٰ ہیں: ''جُدا'' یا ''علیحدہ'')۔

☆مدّ منفصل کا حکم:

اس مد کو توسط (چار حرکات کی مقدار) یا قصر (دو حرکتوں کی مقدار) پڑھنا جائز ہے، یعنی ان

دونوں طریقوں میں سے کوئی بھی طریقہ اپنایا جاسکتا ہے، البتہ یہ بات ضروری ہے کہ ہر جگہ ایک ہی طریقے سے پڑھا جائے، یعنی تلاوت شروع کرنے کے بعد مدّ منفصل کو اگر ایک مقام پر قصر کے ساتھ پڑھا ہے تو اب ہر جگہ قصر کے ساتھ ہی پڑھا جائے، اور اگر توسط کے ساتھ پڑھا ہے تو اب ہر جگہ توسط کے ساتھ ہی پڑھا جائے۔

☆ تنبیہ: چونکہ مدّ منفصل میں توسط (چار حرکات کی مقدار پڑھنا) ضروری نہیں صرف جائز ہے (یعنی قصر اور توسط دونوں درست ہیں) اس لئے اس مد (منفصل) کو ''مدّ جائز'' بھی کہا جاتا ہے۔

☆ صلہ کبریٰ:

مدّ منفصل ہی کے حکم میں ''مدّ صلہ کبریٰ'' بھی شامل ہے، یعنی جس طرح ''مدّ اصلی'' یا ''طبیعی'' کے کچھ ملحقات تھے (جن کا بیان صفحہ: ۵۶ پر گذرا ہے، جن میں ''مد صلہ صغریٰ'' بھی شامل تھا) اسی طرح مد فرعی کی قسم مدّ منفصل کا یہ ایک ملحق ہے، یعنی ''مد صلہ کبریٰ''۔

☆ صلہ کبریٰ کی تعریف:

''ھائے ضمیر'' (جو مفرد غائب کیلئے ہو) جب دو متحرک حرفوں کے درمیان واقع ہو اور ان دونوں حرفوں میں سے اس ''ھائے ضمیر'' کے بعد والا حرف صرف ''ہمزہ قطعی'' ہو، مثلاً: (مَــالَـــهٗ أَخْـلَـدَه) (وَاَنَّــهٗ أَهْـلَكَ) (''ھائے ضمیر'' کا بیان اس سے قبل صفحہ: ۵۸ پر ''صلہ صغریٰ'' کے بیان میں گذر چکا ہے)۔

☆ صلہ کبریٰ کا حکم:

صلہ کبریٰ کا حکم بعینہٖ وہی ہے جو مدّ منفصل کا ہے، یعنی قصر (دو حرکتوں کی مقدار مد) اور توسط

(یعنی چار حرکتوں کی مقدار مد) دونوں ہی جائز اور درست ہیں۔

☆صلہ صغریٰ اور صلہ کبریٰ میں فرق:

صلہ صغریٰ اور صلہ کبریٰ میں فرق درجِ ذیل ہے:

(الف) صلہ کبریٰ میں ضروری ہے کہ ''ھائے ضمیر'' کے بعد آنے والا حرف صرف ہمزہ ہو (مَـالَهٗ أَخۡلَدَه)، جبکہ صلہ صغریٰ میں (ہمزہ کے سوا) کوئی بھی حرف آ سکتا ہے (مَالَهٗ يَتَزَكّٰى)

(ب) صلہ کبریٰ چونکہ مدِ منفصل کا ملحق ہے لہٰذا اس میں (مدِ منفصل کی طرح) قصر اور توسط دونوں جائز ہیں، جبکہ صلہ صغریٰ چونکہ مد اصلی کا ملحق ہے لہٰذا اس میں (مد اصلی کی طرح) صرف قصر ہی ضروری ہے۔

مدِ فرعی جو ''سکون'' کی وجہ سے ہو:

اس سے قبل صفحہ: ۶۰ پر یہ بات گذر چکی ہے کہ اسبابِ مدّ دو ہیں:

(۱) حرفِ مد کے بعد ہمزہ کی موجودگی، مدِ متصل اور مدِ منفصل جن کا بیان گذر چکا ہے ان دونوں کا سبب یہی ہے، یعنی حرفِ مد کے بعد ہمزہ کی موجودگی (جَآءَ ۔ شَآءَ) (يٰٓاَيُّهَا)

(۲) حرفِ مد کے بعد سکون کی موجودگی: اس سبب کی وجہ سے مد کی درجِ ذیل دو قسمیں وجود میں آتی ہیں (۱) مد عارض للسکون (۲) مد لازم۔

(۱) مدّ عارض للسکون:

اس سے مراد یہ ہے کہ حرفِ مد کے بعد ایسا حرف ہو جو اصل میں تو متحرک ہو لیکن وقف کی وجہ سے ساکن ہو گیا ہو، جیسے: اَلۡعَالَمِيۡنۡ ۔ اَلدِّيۡنۡ۔ نَسۡتَعِيۡنۡ۔ اَلۡمُسۡتَقِيۡمۡ۔ اَلۡحَسَنَاتۡ۔

☆ان تمام مثالوں میں کلمہ کا آخری حرف اصل میں متحرک تھا، لیکن اس پر وقف کی وجہ سے

اسے عارضی طور پر ساکن کر دیا گیا ہے، جس کی وجہ سے ''مدّ عارض للسکون وجود میں آیا، جس کا حکم درجِ ذیل ہے:

☆**مدّ عارض للسکون کا حکم:**

مدّ عارض للسکون میں درجِ ذیل تین طریقوں سے پڑھنا جائز ہے:

(۱)طول: یعنی چھ حرکات کی مقدار (طول کو ''اشباع'' بھی کہا جاتا ہے)

(۲)توسط: یعنی چار حرکات کی مقدار۔

(۳)قصر: یعنی دو حرکتوں کی مقدار۔

☆**مدّ لین:**

مدّ عارض للسکون ہی کے حکم میں ''مدّ لین'' بھی شامل ہے۔ مدّ لین سے مراد یہ ہے کہ ''واو ساکن'' اوراسی طرح ''یا ساکن'' سے پہلے اگر کوئی حرف مفتوح ہو (یعنی اس کے اوپر فتحہ [زبر] ہو) جبکہ بعد والا حرف ایسا ہو کہ جو اصل میں تو متحرک ہو مگر وقف کی وجہ سے ساکن ہو گیا ہو، جیسے: يَوْمْ۔ خَوْفْ ۔ بَيْتْ ۔ اَلصَّيْفْ ۔ خَيْرْ ۔

''مدعارض للسکون'' اور ''مدلین'' میں فرق: ''مدعارض للسکون'' یہ ہے کہ ''حرفِ مد'' کے بعد سکون ہو، جبکہ ''مدلین'' یہ ہے کہ ''حرفِ لین'' کے بعد سکون ہو۔

☆**فائدہ:** سورہ قریش کی ہر آیت کے آخر میں مدلین موجود ہے۔

☆**مدّ لین کا حکم:**

مدّ لین کا وہی حکم ہے جو مدّ عارض للسکون کا ہے، یعنی: اس میں تینوں صورتیں (طول، توسط، قصر) جائز ہیں۔

☆......☆......☆

(۲) مدّ لازم:

اس سے قبل صفحہ: ۶۳ پر یہ بات گذر چکی ہے کہ حرفِ مد کے بعد سکون کی موجودگی کی وجہ سے مد کی دو قسمیں وجود میں آتی ہیں (۱) مدعارض للسکون (۲) مدلازم۔
ان دونوں میں سے پہلی قسم (مدعارض للسکون) کا تذکرہ مکمل ہو چکا، لہٰذا اب دوسری قسم (مدلازم) کا تذکرہ درجِ ذیل ہے:

☆مدّ لازم کی تعریف:

مدّ لازم سے مراد یہ ہے کہ حرفِ مد کے بعد ایسا حرفِ ساکن واقع ہو جس پر سکون لازمی اور اصلی ہو، اور وصل (ملاکر پڑھنا) نیز وقف (رُک جانا) بہرصورت وہ سکون برقرار رہے۔
مثال: اَلْحَآقَّةُ۔ اَلطَّآمَّةُ ۔ اَلصَّآخَّةُ۔ ان مثالوں میں حرفِ مد (حَآ ۔ طَآ ۔ صَآ) کے بعد ایسا حرف (ق ۔م ۔خ) واقع ہوا ہے جو کہ ساکن ہے اور اس کا سکون لازمی اور اصلی ہے، کیونکہ اُس (ق اورم) پر تشدید ہے، جو کہ اس بات کی علامت ہے کہ یہ اصل میں ایک ہی جیسے دو حروف تھے' جن میں سے پہلے حرف پر اصلی اور لازمی سکون تھا (یعنی اَلْحَآقَّةُ میں اصل میں دو ''ق'' تھے جن میں سے پہلا ''ق'' ساکن تھا، اسی طرح اَلطَّآمَّةُ میں دو ''م'' تھے) جنہیں بعد میں تشدید کے ذریعہ ملا دیا گیا، یعنی اَلْحَآقَّةُ اصل میں اَلْحَاقْقَة ،اَلطَّآمَّةُ اصل میں اَلطَّامْمَة اور اَلصَّآخَّةُ اصل میں الصَّاخْخَة تھا۔
اسی طرح مدّ لازم میں قٓ۔ نٓ ۔اور الٓمٓ۔ بھی شامل ہیں (تفصیل آئندہ آئے گی) انہیں اس طرح پڑھا جائے گا۔ قَآفْ ۔ نُوْنْ۔ اَلِفْ لَآمْ مِيْمْ ۔

☆**مدّ لازم کا حکم:** مدّ لازم میں ’’اشباع‘‘ [جسے ’’طول‘‘ بھی کہا جاتا ہے] (یعنی اسے چھ حرکات کی مقدار کھینچ کر پڑھنا) ضروری ہے۔

مدّ لازم کی اقسام :

اس سے قبل (صفحہ:۶۰ پر) یہ بات گذر چکی ہے کہ اسبابِ مددو ہیں (۱) حرفِ مد کے بعد ہمزہ کی موجودگی، جس کی وجہ سے مد متصل اور مد منفصل وجود میں آئے (۲) حرفِ مد کے بعد سکون کی موجودگی، جس کی وجہ سے مد عارض للسکون اور مد لازم وجود میں آئے۔

اب اس مدّ لازم کی مزید دو اقسام ہیں (۱) مدّ لازم کلمی (۲) مدّ لازم حرفی۔

(۱) مدّ لازم کلمی:

اس سے مراد یہ ہے کہ مد لازم کسی کلمہ میں ہو (یعنی حرفِ مد اور اس کے بعد واقع سبب مد یعنی حرفِ ساکن [جس پر سکون لازمی اور اصلی ہو، عارضی نہ ہو] دونوں کسی کلمہ میں ہوں، نہ کہ حروف میں، جیسے: اَلْحَآقَّةُ۔ اَلطَّآمَّةُ ۔ اَلصَّآخَّةُ ۔ یہ سب مستقل کلمات ہیں۔

(۲) مدّ لازم حرفی:

اس سے مراد یہ ہے کہ مد لازم کسی حرف میں ہو (نہ کہ کلمہ میں) جیسے قرآن کریم میں بعض سورتوں کی ابتداء میں حروف مقطعات ہیں، مثلاً: الٓمّٓ ۔ الٓمّٓرٰ ۔ الٓمّٓصٓ۔ طٰسٓمّٓ ۔ ان حروف میں موجود مد کو ’’مد لازم حرفی‘‘ کہا جاتا ہے، کیونکہ یہ مد کسی کلمہ میں نہیں ہے بلکہ حروف میں ہے، الٓمّٓ کوئی مستقل کلمہ نہیں ہے بلکہ حروف کا مجموعہ ہے۔

☆**مدّ لازم کلمی و حرفی کی اقسام:**

پھر اس مدّ لازم کی گذشتہ دونوں اقسام (یعنی: کلمی اور حرفی) کی مزید دو اقسام ہیں:

(۱)مثقّل (۲)مخفف،تفصیل درجِ ذیل ہے:

(الف) مدّ لازم کلمی مثقّل :

اس سے مراد یہ ہے کہ مدِلازم کلمی (یعنی جوکسی کلمہ میں ہؤنہ کہ حروف میں) میں حرفِ مد کے بعدکوئی حرف مشدد ہو(یعنی اس پرتشدید ہو)جیسے:اَلْحَآقَّۃ۔ اَلطَّآمَّۃ ۔ اَلصَّآخَّۃ ۔ اَلضَّآلِّیْنَ۔ دَآبَّۃٍ ۔ لَرَآدُّکَ ۔

(ب)مدّ لازم کلمی مُخفّف :

اس سے مراد یہ ہے کہ مد لازم کلمی میں حرفِ مدکے بعدحرف مخفف ہو(یعنی اس پرتشدیدنہو)اس کی مثال (حفص کی قراءت کے مطابق) پورےقرآن میں صرف سورہ یونس میں دومقامات پرواقع یہ کلمہ ہے: آٰلْاٰنَ وَ قَدْ کُنْتُمْ بِہٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ (۱) اور آٰلْاٰنَ وَ قَدعَصَیْتَ قَبْلُ(۲)

مدِلازم کلمی کی مذکورہ دواقسام کی طرح مدِلازم حرفی کی بھی یہی دواقسام ہیں ،تفصیل ملاحظہ ہو:

(الف)مدلازم حرفی مثقّل :

یعنی مدِلازم حرفی میں حرفِ مدکے بعدکوئی مشدد(تشدیدوالا)حرف ہو،جیسے: الٓمّٓ ۔ اس مثال میں ’’لا‘‘ میں موجودالف حرفِ مدہے، کیونکہ یہ الف ساکن ہےاوراس کاماقبل (ل) مفتوح ہے،اورپھراس حرفِ مدکے بعد’’م‘‘ پرسکون اصلی ہے(نہ کہ عارضی)لہٰذایہ مدلازم کہلائیگا،اور چونکہ یہ کیفیت کسی مستقل کلمہ میں نہیں بلکہ چندحروف کےمجموعہ میں ہے لہٰذااس مدلازم کو’حرفی‘‘ کہاجائیگا،مزیدیہ کہ حرفِ مدکامابعدیعنی’’م‘‘چونکہ مشددبھی ہے

(۱)یونس[۵۱] (۲)یونس[۹۱]

لہٰذااس مدلازم حرفی کو''مثقل'' کہاجائے گا۔

(ب)مدلازم حرفی مخفف:

اس سے مراد یہ ہے کہ مدِ لازم حرفی میں حرفِ مد کا مابعد مخفف ہو(یعنی اس پر تشدید نہ ہو)
مثلاً: الٓـرٰ ۔ قٓ ۔ نٓ ۔ حٰمٓ ۔ ان مثالوں کی وضاحت کیلئے مثلاً قٓ کو دیکھئے،اصل میں
قَـــاْفْ ہے،اس میں حرف مد یعنی الف ماقبل مفتوح موجود ہے (قَـــاْ)اور پھر اس حرفِ
مد (قَـــاْ) کے بعد حرفِ ساکن (فْ) بھی موجود ہے،جس کا سکون عارضی نہیں بلکہ اصلی
ولازمی ہے،لہٰذا یہاں مدلازم ہوگا،چونکہ یہ مد کسی کلمہ میں نہیں بلکہ حرف میں ہے اس لئے یہ
مدلازم حرفی ہے،اور چونکہ حرفِ مد کے بعد موجود سببِ مد یعنی حرفِ ساکن پر تشدید نہیں ہے
اس لئے یہ مدلازم حرفی مخفف ہے۔

مَد کے احکام کا خلاصہ :

(۱)مد کے معنیٰ ہیں کھینچنا یا کسی حرف کو طول دے کر پڑھنا۔

(۲)حروفِ مد تین ہیں:الف ماقبل مفتوح۔واو ماقبل مضموم۔یا ماقبل مکسور۔ (نُوْحِيْهَاْ)

(۳)مد کی دو قسمیں ہیں(الف)اصلی یا طبیعی (ب) فرعی۔

(۴)مداصلی یا طبیعی خود بخود ہوتا ہے،اس کیلئے کسی سبب یا وجہ کی ضرورت نہیں(نُوْحِيْهَاْ)

(۵)مداصلی یا طبیعی کے ملحقات یہ ہیں:مدعوض (عَلِيماً حَكِيماً) مد بدل (آمَنُوا)
مدتمکین (حُيِّيْتُمْ) مدصلہ صغریٰ (بَلَى اِنَّ رَبَّهٗ كَانَ بِهٖ بَصِيْرا)

(٦)مدفرعی خود بخود نہیں ہوتا، بلکہ کسی سبب کی موجودگی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

(۷)مدفرعی میں اسبابِ مد دو ہیں (۱) حرفِ مد کے بعد ہمزہ(ء) کی موجودگی (۲) حرفِ
مد کے بعد سکون کی موجودگی۔

(۸) سببِ اول یعنی: حرفِ مد کے بعد ہمزہ کی موجودگی کی وجہ سے مدّ متصل (جَآءَ ۔ شَآءَ) اور مد منفصل (یَاأَیُّهَا۔ اَلَّذِيْٓ أَحْسَنَ) وجود میں آئے۔

(۹) مد متصل میں حرفِ مد اور سببِ مد یعنی ہمزہ دونوں ایک ہی کلمہ میں ہوتے ہیں (جَآءَ) جبکہ مد منفصل میں حرفِ مد اور سببِ مد دونوں دو علیحدہ کلمات میں ہوتے ہیں (اَلَّذِيْٓ أَحْسَنَ)

(۱۰) مد متصل کو مد واجب بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس میں توسط یعنی چار حرکات کی مقدار مد واجب (یعنی ضروری) ہے۔

(۱۱) مد منفصل کو مد جائز بھی کہا جاتا ہے، کیونکہ اس میں توسط ضروری نہیں بلکہ جائز ہے، یعنی قصر اور توسط دونوں جائز ہیں۔

(۱۲) مد منفصل کے ساتھ مد صلہ کبریٰ بھی مُلحق ہے (مَالَهٗٓ أَخْلَدَه)

(۱۳) صلہ صغریٰ اور صلہ کبریٰ میں فرق یہ ہے کہ صلہ صغریٰ کو مد اصلی کی طرح صرف قصر کے ساتھ پڑھا جائیگا، جبکہ صلہ کبریٰ میں مد منفصل کی طرح قصر اور توسط دونوں جائز ہیں، نیز صلہ کبریٰ میں ضروری ہے کہ اس کا مابعد ہمزہ ہو (مَالَهٗٓ أَخْلَدَه) جبکہ صلہ صغریٰ میں ایسی کوئی شرط نہیں (مَالَهٗ یَتَزَکّٰی)

(۱۴) وہ مد فرعی جو حرفِ مد کے بعد سکون کے سبب سے ہو اس سے مد عارض للسکون اور مد لازم وجود میں آئے۔

(۱۵) مد عارض للسکون یہ ہے کہ حرفِ مد کے بعد ایسا متحرک حرف ہو جو وقف کی وجہ سے عارضی طور پر ساکن ہو گیا ہو (اَلْعَالَمِیْنْ)

(۱۶) مد عارض للسکون میں قصر، توسط اور طول (اشباع) تینوں صورتیں جائز ہیں۔

(۱۷) مدعارض للسکون کے ساتھ ہی مدلین (یعنی: ''ی'' ساکن ماقبل مفتوح اور ''و'' ساکن ماقبل مفتوح، جس کے بعد ایسا حرف ہو جو محض وقف کی وجہ سے عارضی طور پر ساکن ہو گیا ہو) بھی ملحق ہے، یعنی اس کا بھی یہی حکم ہے (خَوۡفۡ ۔ بَيۡتۡ)

(۱۸) مدلازم یہ ہے کہ حرفِ مد کے بعد ایسا ساکن حرف ہو جس پر سکون اصلی اور لازمی ہو (یعنی وقف اور وصل [اس پر رُک کر پڑھنا یا ملا کر پڑھنا] دونوں حالتوں میں وہ سکون برقرار ہو) (اَلۡحَآقَّةُ۔ اَلطَّآمَّةُ۔ اَلصَّآخَّةُ)

(۱۹) مدلازم کو طول (اشباع) کے ساتھ پڑھنا ضروری ہے۔

(۲۰) مدلازم کی دو قسمیں ہیں:

(الف) کلمی، یعنی: حرفِ مد اور اس کے بعد ساکن حرف دونوں کسی کلمہ میں ہوں (اَلطَّآمَّةُ)

(ب) حرفی، یعنی: حرفِ مد اور اس کے بعد حرفِ ساکن دونوں کسی مستقل کلمہ میں نہ ہوں بلکہ علیحدہ حروف میں ہوں (الٓمّٓ)

(۲۱) مدلازم کلمی، نیز حرفی کی پھر دو قسمیں ہیں:

(الف) کلمی مثقل، یعنی: جب کسی حرفِ مد کے بعد حرف ساکن مشدّد ہو، اور یہ کیفیت کسی مستقل کلمہ میں ہو نہ کہ حروف میں (اَلۡحَآقَّةُ۔ اَلطَّآمَّةُ۔ دَآبَّةٌ)

(ب) کلمی مخفف، یعنی: جب حرفِ مد کے بعد حرف ساکن مخفف ہو یعنی مشدّد نہ ہو اور یہ کیفیت کسی مستقل کلمہ میں ہو نہ کہ حروف میں (آٰلۡـٰٔنَ)

(ج) حرفی مثقل: یعنی حرفِ مد کے بعد حرف ساکن مشدد ہو اور یہ کیفیت حروف میں ہو نہ کہ کسی مستقل کلمہ میں (الٓمّٓ)

(د) حرفی مخفف، یعنی حرفِ مد کے بعد حرف ساکن مشدد نہ ہو بلکہ مخفف ہو اور یہ کیفیت حروف میں ہو نہ کہ کسی مستقل کلمہ میں (قٓ ۔ نٓ ۔ صٓ ۔ حٰمٓ ۔ یٰسٓ ۔ الٓر)

مشقی سوالات :

(۱) مد کے کیا معنیٰ ہیں؟

(۲) مد کی کتنی قسمیں ہیں؟

(۳) مد اصلی کو مد طبیعی بھی کہا جاتا ہے، کیوں؟

(۴) مد اصلی کے ملحقات میں مد کی کون سی اقسام شامل ہیں؟

(۵) مد فرعی میں اسبابِ مد کیا ہیں؟

(۶) مد کے سببِ اول کی وجہ سے مد کی کون سی اقسام وجود میں آئیں؟

(۷) مد متصل کی کیا تعریف ہے؟ نیز اس کا کیا حکم ہے؟

(۸) مد متصل کا دوسرا نام کیا ہے؟

(۹) مد منفصل کی کیا تعریف ہے؟ نیز اس کا کیا حکم ہے؟

(۱۰) مد منفصل کا دوسرا نام کیا ہے؟

(۱۱) مد منفصل اور صلہ کبریٰ میں کیا فرق ہے؟

(۱۲) صلہ صغریٰ اور صلہ کبریٰ میں کیا فرق ہے؟

(۱۳) اسبابِ مد میں سے دوسرے سبب کی وجہ سے مد کی کون سی اقسام وجود میں آئیں؟

(۱۴) مد عارض للسکون سے کیا مراد ہے نیز اس کا کیا حکم ہے؟

(۱۵) مد لین کیا چیز ہے؟ سورہ قریش کی ہر آیت میں مد لین موجود ہے، وضاحت کیجئے۔

(۱۶) مد لازم کی کیا تعریف ہے اور اس کا کیا حکم ہے؟

(۱۷) مد لازم کلمی اور حرفی سے کیا مراد ہے؟

(۱۸) مد لازم کلمی اور حرفی دونوں کی مزید کتنی اقسام ہیں؟ مثالوں کے ساتھ وضاحت کیجئے۔

مخارجِ حروف کا بیان:

''مخارج'' مخرج کی جمع ہے، جس کے لفظی معنیٰ ہیں خروج کی جگہ، یعنی نکلنے کی جگہ۔

جبکہ یہاں علمِ تجوید کی اصطلاح میں مخارجِ حروف سے مراد انسان کے منہ کے وہ مختلف حصے یا مقامات ہیں جہاں سے مختلف حروف کی آواز نکلتی ہے، اور یوں ہر حرف کی آواز اپنے مخصوص مخرج سے نکلنے کی وجہ سے باقی تمام حروف کی آواز سے مختلف وممتاز محسوس ہوتی ہے۔

☆ <u>فائدہ:</u> کسی حرف کا مخرج معلوم کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اس حرف کو ساکن (یا مُشدّد) کر کے اس سے پہلے الف لگا کر پڑھا جائے، اسے پڑھتے وقت جس جگہ آخر میں جا کر زبان ٹھہر جائیگی وہی اس حرف کا مخرج ہوگا، جیسے: أَبْ ۔ أَخْ ۔ أَمْ ۔ أَفْ ۔ أَشْ۔ أَقْ۔ وغیرہ۔

☆ <u>مخارجِ حروف کی تعداد:</u>

مخارجِ حروف کی کُل تعداد سترہ ہے، اور یہ سترہ مخارج دراصل انسان کے منہ میں موجود پانچ مختلف مقامات میں واقع ہیں، جن کی تفصیل درجِ ذیل ہے:

(۱) جوف یعنی منہ کا خالی حصہ (۲) حلق یعنی گلا (۳) لسان یعنی زبان (۴) شفتان یعنی دونوں ہونٹ (۵) خیشوم یعنی ناک۔

☆ مذکورہ بالا پانچ مقامات میں موجود سترہ مختلف مخارج سے ادا ہونے والے حروف اور ان کے مخارج کے بارے میں تفصیل اس طرح ہے:

☆......(۱) جوف: (اس میں ایک مخرج ہے)

جوف یعنی: منہ کا خالی حصہ تینوں حروفِ مد کا مخرج ہے، یعنی: الف ساکن ماقبل مفتوح ،واوساکن ماقبل مضموم، یاساکن ماقبل مکسور، جوکہ نُوحِيُهَا میں جمع ہیں، نیز ان کی مثال ءَا - ءِیْ - أُوْ - بھی ہے، ان حروف کے تلفظ کے وقت زبان یا منہ کا کوئی حصہ کسی دوسرے حصے سے ٹکراتا نہیں ہے، بلکہ بس منہ کھلا ہی رہ جاتا ہے، ان حروف کو حروفِ مدّہ ، نیز حروفِ علّت بھی کہا جاتا ہے۔

☆......(۲) حلق: (اس میں تین مخارج ہیں)

حلق یعنی: گلا، یہ ان چھ حروف کا مخرج ہے جنہیں حروفِ حلقی کہا جاتا ہے، حلق میں درجِ ذیل تین مخارج ہیں:

(۱) أقصىٰ الحلق: یعنی حلق کا بالکل آخری یا نچلا حصہ جو سینے سے متصل ہے، یہ ''ہمزہ'' اور ''ہا'' کا مخرج ہے۔

(۲) وسط الحلق: یعنی حلق کا درمیانی حصہ، یہ ''ع'' اور ''ح'' کا مخرج ہے۔

(۳) أدنىٰ الحلق: یعنی حلق کا اگلا یا ابتدائی حصہ جوکہ منہ کے قریب ہے، یہ ''غ'' اور ''خ'' کا مخرج ہے۔

☆......(۳) لسان (زبان): (اس میں دس مخارج ہیں)

زبان میں درجِ ذیل دس مختلف مقامات میں کل اٹھارہ حروفِ تہجی کے مخارج موجود ہیں:

(۱) زبان کا انتہائی آخری یا عقبی حصہ جوکہ حلق کی طرف ہے، اور جوکہ اوپر سے تالو کے اس عقبی یا آخری حصہ سے ٹکراتا ہے جہاں کوا موجود ہے، یہ جگہ حرف ''ق'' کا مخرج ہے، کوا گوشت کے اس چھوٹے سے ٹکڑے کو کہا جاتا ہے جوکہ منہ میں تالو کے بالکل آخر میں اوپر

سے لٹکا ہوا نظر آتا ہے، اس عضو (یا گوشت کے ٹکڑے کو) عربی میں لَهَاۃ اور انگریزی میں Uvula کہا جاتا ہے۔

(۲) ''ق'' کے مخرج سے معمولی سا آگے (یعنی منہ کی طرف) ''ک'' کا مخرج واقع ہے۔

☆ ان دونوں حروف یعنی ''ق'' اور ''ک'' کو "الحرفان اللهويّان" یعنی حروف لہویہ کہا جاتا ہے، کیونکہ ان کا مخرج زبان کا وہ حصہ ہے جو لَهَاۃ یعنی کوے سے ٹکراتا ہے۔

(۳) زبان کا درمیانی حصہ جو تالو کے درمیانی حصہ سے ٹکراتا ہے، یہ جگہ ج۔ش۔ی ۔کا مخرج ہے، زبان کے اس درمیانی حصہ کو چونکہ ''شجر'' کہا جاتا ہے اس لئے یہ تینوں حروف ''حروفِ شجریہ'' کہلاتے ہیں۔

(۴) زبان کا دایاں یا بایاں کنارہ اور اوپر کی داڑھیں جن سے یہ کنارہ ٹکراتا ہے، یہ جگہ حرف ''ض'' کا مخرج ہے، چونکہ عربی میں داڑھ کو ضرس (جس کی جمع اضراس ہے) کہا جاتا ہے اس لئے اس مقام یعنی زبان کے کنارے اور داڑھ سے ادا ہونے والے حرف کو ''حرف ضرسی'' کہا جاتا ہے۔

(۵) زبان کی نوک اور ثنایا علیا یعنی سامنے کے اوپر کے دونوں دانتوں کی جڑوں بلکہ ان کے مسوڑھوں سے بھی کچھ اوپر تالو کے قریب کا مقام، یہ مقام حروفِ ذلقیہ (ر۔ل۔ن) میں سے حرف ''ر'' کا مخرج ہے۔ (بار بار اَرْ کہہ کر تجربہ کر لیا جائے کہ آخر میں زبان کہاں جا کر رکتی ہے)

(۶) زبان کا دایاں اور بایاں کنارہ' نیز زبان کی نوک اور ثنایا علیا یعنی سامنے کے اوپر کے دونوں دانتوں کی جڑوں سے کچھ اوپر مسوڑھوں کے قریب کی جگہ، یہ جگہ ''حروف ذلقیہ'' (ر۔ل۔ن) میں سے ''ل'' کا مخرج ہے۔ (بار بار اَلْ کہہ کر تجربہ کر لیا جائے کہ زبان

آخر میں کہاں جا کر رکتی ہے)۔

(۷) زبان کی نوک اور ثنایا علیا یعنی سامنے کے اوپر کے دونوں دانتوں سے کچھ اوپر یعنی ان کی جڑوں کے قریب کا مقام، یہ مقام حرف ''ن'' کا مخرج ہے، جو کہ ''ل'' کے مخرج سے معمولی سا نیچے واقع ہے،(بار بار اَنْ کہہ کر تجربہ کرلیا جائے کہ آخر میں زبان کہاں جا کر رکتی ہے)۔

☆ خلاصہ یہ کہ ان تینوں حروف ذلقیہ (ر۔ل۔ن) میں سے سب اوپر ''ر'' اور اس سے کچھ نیچے ''ل'' اور پھر اس سے مزید کچھ نیچے ''ن'' کا مخرج ہے۔

☆ یہ تینوں حروف (ر۔ل۔ن) چونکہ ذلق اللّسان یعنی زبان کے کنارے یا نوک سے ادا ہوتے

ہیں' اس لئے انہیں ''حروف ذلقیہ'' یا: ''حروفِ اذلاق'' بھی کہا جاتا ہے۔

(۸) ط۔د۔ت۔ان تینوں حروف کا مخرج زبان کی نوک اور ثنایا علیا (سامنے کی طرف اوپر کے دونوں دانت) کی جڑوں میں ہے۔

(۹) ص۔س۔ز۔ان تینوں حروف کا مخرج زبان کی نوک اور ثنایا علیا (سامنے کے اوپر کے دونوں دانت) اور ثنایا سفلیٰ (سامنے کے نیچے کے دونوں دانت) کے درمیان کا مقام ہے، ان حروف کو حروف الصفیر کہا جاتا ہے، کیونکہ ان حروف کے تلفظ کے وقت صفیر یعنی سیٹی جیسی آواز پیدا ہوتی ہے۔

(۱۰) ث۔ذ۔ظ۔ان حروف کا مخرج زبان کی نوک اور ثنایا علیا (سامنے کے اوپر کے دونوں دانت) کے کنارے ہیں، ان حروف کو حروفِ لثویہ کہا جاتا ہے، کیونکہ یہ زبان کی نوک کو ثنایا علیا کے کناروں سے ٹکرانے سے ادا ہوتے ہیں۔

☆......(۴)شفتان،یعنی:دونوں ہونٹ: (اس میں دومخارج ہیں)

☆اس چوتھے مقام یعنی ہونٹوں میں درجِ ذیل حروف کے مخارج ہیں:(چونکہ یہ حروف شفتین یعنی ہونٹوں سے ادا ہوتے ہیں اس لئے انہیں حروف شفویہ کہا جاتا ہے)۔

(۱)''ف'': اس کا مخرج نچلے ہونٹ کا درمیانی حصہ اور ثنایا علیا یعنی سامنے کے اوپر کے دونوں دانتوں کے کنارے ہیں(اَفْ کہہ کر دیکھئے)۔

(۲) و۔ب۔م۔ان تینوں حروف کا مخرج دونوں ہونٹوں کے درمیان کی جگہ ہے،البتہ ان حروف میں سے حرف:ب۔اور:م دونوں ہونٹوں کو ملانے سے ادا ہوتے ہیں (اَبْ اور اَمْ کہہ کر دیکھئے)

جبکہ حرف''وٗ'' کا تلفظ دونوں ہونٹوں کو کھول کر(یا گول کر کے) کیا جاتا ہے،یعنی دونوں ہونٹوں کو آپس میں ملایا نہیں جاتا، بلکہ ان میں خلا رہتا ہے۔ (اَوْ)۔

☆......(۵)خیشوم،یعنی ناک: (اس میں ایک مخرج ہے)

اس پانچویں اور آخری مقام میں نون غنّہ کا مخرج ہے،جس کی تفصیل درجِ ذیل ہے:

(۱)جب نون ساکن یا تنوین میں ادغام ناقص ہو،یعنی اس کے بعد غنّہ والے ادغام کے حروف(ینمو) میں سے کوئی حرف آجائے،جیسے: فَمَنْ يَّعْمَلْ (ملاحظہ ہو صفحہ:۳۸)

(۲)جب نون ساکن یا تنوین میں اقلاب ہو،یعنی اس کے بعد حرفِ اقلاب یعنی''ب'' آجائے،جیسے: اَنْۢبَأَهُمْ (ملاحظہ ہو صفحہ:۴۱)

(۳)جب نون ساکن یا تنوین میں اخفاء ہو،یعنی اس کے بعد کوئی حرفِ اخفاء آجائے،جیسے : كُنْتُمْ (ملاحظہ ہو صفحہ:۴۳)

(۴)جب میم ساکن میں ادغام ہو(جب اس کے بعد دوبارہ میم آجائے) جیسے: فِي

قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ (ملاحظہ ہو صفحہ:۴۵)

(۵) جب میم ساکن میں اخفاء ہو (اس کے بعد ''ب'' آجائے) جیسے: وَمَاهُمۡ بِمُؤۡمِنِيۡنَ (ملاحظہ ہو صفحہ:۴۵)

(۶) نون اور میم مشدّد: جیسے: مِمَّا۔ مِنَّا۔ (ملاحظہ ہو صفحہ:۴۷)

مشقی سوالات :

(۱) مخارجِ حروف سے کیا مراد ہے؟

(۲) مخارجِ حروف کی کُل تعداد کتنی ہے؟

(۳) یہ تمام مخارج کتنے اور کون کون سے مقامات میں موجود ہیں؟

(۴) جوف میں کن حروف کا مخرج موجود ہے؟

(۵) حلق میں کتنے اور کون کون سے حروف کا مخرج ہے؟

(۶) زبان میں کتنے اور کون کون سے حروف کا مخرج ہے؟

(۷) حروف حلقیہ، حروف لہویہ، حروف شجریہ، حرفِ ضرسی، حروفِ ذلقیہ، حروف شفویہ اور حروف شنویہ سے کیا مراد ہے؟

(۸) ثنایا علیا اور ثنایا سفلیٰ سے کیا مراد ہے؟

(۹) شفتان (یا شفتین) کسے کہتے ہیں؟

(۱۰) ہونٹوں میں کتنے اور کون کون سے حروف کا مخرج ہے؟

(۱۱) خیشوم کسے کہتے ہیں؟

(۱۲) ناک میں کس حرف کا مخرج ہے؟

(۱۳) غنّہ کن مقامات پر کیا جاتا ہے اور اس کا مخرج کہاں ہے؟

صفاتِ حروف کا بیان:

الصفة : كَيفِيّةٌ عَارِضَةٌ لِلحَرفِ عِندَ حُصُولِهٖ فِي مَخرَجِهٖ ، یعنی کسی بھی حرف کو اس کے مخرج سے درست طریقہ سے ادا کرتے وقت (یعنی اس کے تلفظ کے وقت) اس کی ایک مخصوص کیفیت یا حالت ہوتی ہے جو اسے دوسرے حروف سے جدا اور مختلف بناتی ہے، اسی چیز کا نام حروف کی صفات ہے۔ ان صفاتِ حروف کی دو قسمیں ہیں جن کا مختصر بیان درجِ ذیل ہے:

(۱) صفات متضادہ اصلیہ لازمہ (۲) صفات غیر متضادہ۔

(۱) صفات متضادہ اصلیہ لازمہ:

صفات متضادہ سے وہ صفات مراد ہیں جن میں سے ہر صفت کی ضد یا اس کی الٹ موجود ہے، یعنی ہر صفت کے مقابلے میں ایک ایسی صفت موجود ہے جو اس کے بالکل الٹ اور برعکس ہے ، لہٰذا کسی ایک ہی حرف میں بیک وقت یہ دونوں صفات موجود نہیں ہوسکتیں، چنانچہ یہ پانچ صفات ہیں، اور جیسا کہ ابھی بیان کیا گیا کہ ان میں سے ہر صفت ایسی ہے کہ اس کے بالمقابل یا اس کے برعکس ایک اور صفت بھی موجود ہے، لہٰذا یہ کُل دس صفات ہوگئیں، اور چونکہ حروفِ تہجی میں سے ہر حرف میں ان میں سے کسی ایک صفت کی موجودگی لازمی ہے اس لئے صفات متضادہ کو "اصلیہ لازمہ" کہا جاتا ہے۔

☆ ان صفاتِ متضادہ اصلیہ لازمہ کا تذکرہ اس طرح ہے :

(۱) ہمس:

☆لفظی معنیٰ : الخَفَاء یعنی: کمزوری یا نرمی، یا دبا ہوا ہونا، پست ہونا۔

☆اصطلاحی معنیٰ : جریان النَّفَس عند النطق بالحرف لضعف الاعتماد علی المخرج، یعنی حرف کے تلفظ کے وقت تلفظ کے اختتام پر پہنچ جانے کے باوجود سانس کا (یا منہ سے ہوا کا) جاری رہنا۔

☆ہمس کے حروف: صفتِ ہمس کے دس حروف ہیں جنہیں اس مجموعہ فَحَثَّه شَخُصٌ سَکَتُ میں یکجا کردیا گیا ہے۔

(۲) جہر : (بمقابلہ ہمس)

☆لفظی معنیٰ: اعلان کرنا، طاقتور اور مضبوط ہونا (ہمس کے برعکس)

☆اصطلاحی معنیٰ: انحباس جري النفس عندالنطق بالحرف لقوة الاعتماد علی المخرج، یعنی حرف کا تلفظ مکمل ہونے کے ساتھ ہی فوراً سانس بھی موقوف ہوجائے، کیونکہ اس کے تلفظ میں زیادہ قوت اور عمل دخل کا تعلق اس کے اصل مخرج سے ہوگا، نہ کہ سانس سے۔

☆جہر کے حروف: جہر کے اٹھارہ حروف ہیں، اور یہ وہی حروف ہیں جو کُل حروفِ تہجی (جن کی تعداد ۲۸ ہے) میں سے ''ہمس'' کے دس حروف (فَحَثَّهٗ شَخُصٌ سَکَتُ) نکال دینے کے بعد باقی ماندہ حروف ہیں۔

(۳) شدّت (شدّۃ) :

☆لفظی معنیٰ : قوت وطاقت۔

☆اصطلاحی معنیٰ : انحباس جري الصوت عندالنطق بالحرف لقوة

الاعتماد علی المخرج، یعنی حرف کا تلفظ مکمل ہونے کے ساتھ ہی فوراً آواز بھی موقوف ہوجائے (رُک جائے)

☆شدّت کے حروف : شدت کے آٹھ حروف ہیں جو کہ اس مجموعہ میں یکجا ہیں (أجد ، قط ، بکت)

(۴) رخاوہ : (بمقابلہ: شدّت)

☆لفظی معنیٰ : اللّین یعنی: نرمی اور کمزوری۔

☆اصطلاحی معنیٰ : جریان الصوت عند النطق بالحرف لضعف الاعتماد علی المخرج، یعنی حرف کے تلفظ کے وقت تلفظ کے اختتام پر پہنچ جانے کے باوجود آواز کا جاری رہنا، آواز میں طاقت یا سختی کی بجائے کچھ نرمی یا کمزوری کی کیفیت ہو، گویا یہ آواز غیر اختیاری طور پر بس خود بخود ہی نکلی جا رہی ہے اور حرف کے تلفظ کے بعد بھی اس کا کچھ بچا ہوا اثر محسوس ہو رہا ہے۔

☆رخاوہ کے حروف : یہاں (شدت و رخاوت کے بیان میں) یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ چند حروف ایسے بھی ہیں کہ جن میں نہ تو مکمل شدت ہے اور نہ ہی مکمل رخاوت ہے، بلکہ ''توسط'' یعنی شدت و رخاوت کے درمیان کی کیفیت ہے، یہ (پانچ) حروف : ل۔ن۔ع۔م۔ر۔ ہیں۔

لہٰذا ''شدت'' کے آٹھ حروف **(اجد قط بکت)** اور ''توسط'' کے پانچ حروف: **(ل۔ن۔ع۔م۔ر)** کے سوا باقی تمام (پندرہ) حروف ''رخاوت'' کے ہیں۔

(۵) استعلاء :

☆لفظی معنیٰ: ارتفاع ، یعنی: بلندی۔

☆اصطلاحی معنیٰ : ارتفاع اللّسان عند النطق بالحرف الی الحنك الأعلیٰ ،یعنی حرف کے تلفظ کے وقت زبان کا اوپر تالو کی طرف اٹھنا، یعنی ان حروف کو ہمیشہ پُر (موٹا کر کے) پڑھنا ضروری ہے۔

☆استعلاء کے حروف : حروفِ استعلاء سات ہیں جو کہ اس مجموعہ میں یکجا ہیں (خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ)

ملاحظہ: اس سے قبل تفخیم و ترقیق کے بیان میں بھی [صفحہ:۴۸] یہ بات گذر چکی ہے۔

(٦) استفال: (بمقابلہ:استعلاء)

☆لفظی معنیٰ: انخفاض یعنی: پستی،استعلاء کے معنیٰ تھے: بلندی،جبکہ اس کے برعکس استفال کے معنیٰ ہیں نشیب یا پستی۔

☆اصطلاحی معنیٰ: انخفاض اللّسان عند خروج الحرف من الحنك الی قاع الفم ، یعنی حرف کے تلفظ کے وقت زبان کا تالو کی طرف سے نیچے منہ کے درمیانی حصہ کی طرف آنا۔

☆ استفال کے حروف : کُل اٹھائیس حروف تہجی میں سے سات حروف استعلاء (خُصَّ ضَغْطٍ قِظْ) علیحدہ کر دینے کے بعد باقی ماندہ تمام اکیس حروف ''حروفِ استفال'' ہیں۔

(۷)اطباق:

☆لفظی معنیٰ: الصاق یعنی چپکانا۔

☆اصطلاحی معنیٰ:اِلصَاق اللّسان و اِطباقُه علی ما یقابله من الحَنَك الأعلیٰ

عـنـد الـنـطق بالحرف ، یعنی حرف کے تلفظ کے وقت زبان کواوپر کے تالو کے ساتھ ملادینا، یا چپکادینا۔

☆اطباق کے حروف : اطباق کے چار حروف ہیں:(ص ۔ ض ۔ ط ۔ ظ)

(۸) انفتاح: (بمقابلہ:اطباق)

☆لفظی معنیٰ : افتراق یعنی جداہونا، یا کھلا رہنا،''اطباق'' کے معنیٰ تھے: زبان کوتالو کے ساتھ ملادینا،اس کے برعکس''انفتاح'' کے معنیٰ ہیں افتراق یعنی جدائی۔

☆اصطلاحی معنیٰ : انـفـتـاح مـا بيـن اللسان و الحنك الأعلى ليخرج الهواء مـن بيـنهـمـا عندالنطق بالحرف ، یعنی حرف کے تلفظ کے وقت زبان کا تالو سے ٹکرانے کے بعد واپس نیچے پلٹ آنا تاکہ (تلفظ کے وقت) ان دونوں (یعنی تالواورزبان) کے درمیان سے ہوا گذر سکے۔

☆انفتاح کے حروف: حروفِ تہجی میں سے اطباق کے چار حروف (ص ۔ ض ۔ ط ۔ ظ) کے سوا باقی تمام حروف انفتاح کے ہیں۔

(۹) اذلاق:

☆لفظی معنیٰ : الاسراع ، یعنی: جلدی کرنا۔

☆اصطلاحی معنیٰ : سُـرعة الـنّطق بحُروفه ، یعنی: حرف کا تلفظ جلدی یا تیزی سے (کسی مشقت کے بغیر) ہوجانا۔

☆اذلاق کے حروف :اذلاق کے حروف چھ ہیں، جوکہ (فَرّ مِنْ لُبْ) میں یکجا ہیں ،چونکہ ان میں سے کچھ حروف (ر۔ل۔ن) زبان کی نوک سے اور کچھ حروف (ب۔ ف۔ م) ہونٹ کے کنارے سے ادا ہوتے ہیں لہٰذا ان کا تلفظ جلدی سے اور سہولت کے

ساتھ کسی دقت کے بغیر ہوجاتا ہے، گویا یہ حروف بس زبان کی نوک یا ہونٹ کے کنارے پر ہی رکھے ہوئے ہیں)۔

(۱۰) اصمات: (بمقابلہ:اذلاق)

☆لفظی معنیٰ : المنع ،یعنی منع کرنا،روکنا۔

☆اصطلاحی معنیٰ : حرف کی ادائیگی (حروفِ اذلاق [فَـرَّ مِـنْ لُـبُ] کے برعکس) جلدی،سہولت یا نرمی سے نہ ہو، بلکہ اس میں شدت اور سختی ہو۔

☆اصمات کے حروف : کُل حروفِ تہجی جن کی تعداد ۲۸ ہے ان میں سے اذلاق کے چھ حروف (فَرَّ مِنْ لُبُ) نکال دینے کے بعد باقی تمام (بائیس) حروف اصمات کے ہیں۔

☆فائدہ: ہر وہ رباعی (چار حروف پر مشتمل) یا خماسی (پانچ حروف پر مشتمل) کلمہ جس میں تمام حروف ''اصمات'' کے ہوں اور کوئی ایک حرف بھی اذلاق کا نہ ہو (جیسے:عسجد) وہ کلمہ یقیناً غیر عربی ہوگا۔(۱)

یعنی عربی میں ہر رباعی یا خماسی کلمہ میں کسی حرف اذلاق کی موجودگی ضروری ہے، مثلاً: جعفر میں ''ف'' اور ''ر'' حروفِ اذلاق میں سے ہیں،اسی طرح سفرجل میں:ف۔ر۔ل۔حروفِ اذلاق میں سے ہیں۔(۲)

(۱)البرھان فی تجوید القرآن،از: محمد صادق قمحاوی،صفحہ:۴۳۔

(۲)علم تجوید القرآن،از: محمد ہشام البرہانی،صفحہ:۵۰۔

(۲) صفات غیر متضادہ:

اس سے قبل صفحہ:۷۹ پر یہ بات گذر چکی ہے کہ صفات کی دو قسمیں ہیں:
(۱) متضادہ (۲) غیر متضادہ، اور یہ وضاحت بھی ہوچکی ہے کہ صفات متضادہ سے مراد وہ دس صفات ہیں جن میں سے پانچ کے بالمقابل دوسری پانچ صفات ہیں (مثلاً ہمس کے مقابلے میں جہر) ان صفات متضادہ کا تذکرہ مکمل ہوچکا، لہٰذا اب صفات غیر متضادہ کا بیان درجِ ذیل ہے:

☆ صفات غیر متضادہ سے مراد:

صفات غیر متضادہ سے مراد وہ صفات ہیں جن میں سے کسی صفت کی کوئی ضد موجود نہیں ہے ، یعنی اس کے مقابلے میں یا اس کی الٹ اور کوئی صفت نہیں ہے ،صفات متضادہ کی تعداد سات ہے، جن کا بیان درجِ ذیل ہے:

(۱) صفیر:

☆ لفظی معنیٰ: صفیر کے لفظی معنیٰ: سیٹی کی آواز، یا بعض پرندوں کی آواز جو سیٹی سے مشابہ ہوا کرتی ہے۔

☆ اصطلاحی معنیٰ: صوت زائد يُشبه صوت الطائر يخرج من بين الشفتين عند النطق بالحرف، یعنی کسی حرف کے تلفظ کے وقت پرندے کی آواز یا سیٹی سے مشابہ آواز پیدا ہونا۔

☆ صفیر کے حروف : صفیر کے تین حروف ہیں: ص۔ ز۔ س۔

(۲) قلقلہ:

☆لفظی معنیٰ: تحريك ، یعنی ہلانا،کھٹکھٹانا۔

☆اصطلاحی معنیٰ: اظهار نبرة للصّوت حال النطق بحرفها ساكناً ، یعنی: حرفِ قلقلہ جب ساکن ہوتواس کے تلفظ کے بعددوبارہ اس حرف کی معمولی سی آوازنکالنا،یااس حرف پرمکمل سکون پڑھنے کی بجائے آدھی زبرپڑھنا،یعنی کچھ سکون ہواورکچھ زبرکی کیفیت ہو۔

☆حروفِ قلقلہ :حروفِ قلقلہ پانچ ہیں جوکہ اس مجموعہ میں یکجاہیں: (**قُطُبُ جَد**)

☆قلقلہ کی اقسام : قلقلہ کی دوقسمیں (یا:''مراتب'')ہیں:

(۱) قلقلہ صغریٰ : جب حرف قلقلہ کلمہ کے درمیان واقع ہو،جیسے: **خَلَقْنَاكُمْ** ،

(۲) قلقلہ کبریٰ : جب حرف قلقلہ کلمہ کے آخرمیں واقع ہو،جیسے: **أَحَدْ** ،

☆فائدہ : سورہ مسد(لہب)،اخلاص،اورفلق میں ہرآیت کے آخری حرف پرقلقلہ کبریٰ ہے۔

☆ملاحظہ: قلقلہ کبریٰ والے حرف میں(یعنی حرفِ قلقلہ جب کلمہ کے آخرمیں ہو)اُس وقت مزیدسختی کے ساتھ قلقلہ کیاجائے گاجب وہ حرفِ قلقلہ''مشدّد''بھی ہو،یعنی اس پرتشدیدہو،جیسے: **تَبَّت يَدا أَبِي لَهَبٍ وَّتَبّ** ۔ (یعنی: **وَّتَبّ**)

یہی وجہ ہے کہ متعددعلمائے تجویدکے بقول قلقلہ کے مراتب دونہیں،بلکہ(مذکورہ) تین مراتب ہیں۔

(۳) لِین :

☆لفظی معنیٰ : نرمی۔

☆اصطلاحی معنیٰ : ’’وْ‘‘ ساکن، نیز’’یْ‘‘ ساکن جب ان کا ماقبل مفتوح ہو، یعنی ان سے پہلے حرف پر زبر ہو، جیسے: خَوْفُ ۔ بَيْتُ ۔ أَوْ ۔ أَيْ ۔ تو اس کا سہولت ونرمی سے ادا ہوجانا۔

☆ فائدہ : سورہ قریش کی ہر آیت کے آخر میں لِین موجود ہے۔

(۴) انحراف:

☆لفظی معنیٰ : میلان، مڑنا، ایک طرف ہٹ جانا۔

☆اصطلاحی معنیٰ : کسی ایک حرف کے تلفظ کے وقت زبان کا دوسرے حرف کے مخرج کی طرف مڑ جانا۔

☆ انحراف کے حروف : انحراف کے حروف دو ہیں: ل، اور: ر۔ یعنی یہ دونوں ایسے حروف ہیں کہ انہیں ادا کرتے وقت زبان اوپر کی طرف اٹھتی ہے یا مڑتی ہے۔

(۵) تکریر:

☆لفظی معنیٰ : اعادہ، لوٹانا، دہرانا، تکرار۔

☆اصطلاحی معنیٰ : ارتعاد طرف اللّسان عند النطق بالحرف ، یعنی: حرف کو ادا کرتے وقت زبان کی نوک میں ارتعاش یعنی لرزہ پیدا ہونا۔

☆ حرفِ تکریر: اس کا صرف ایک ہی حرف ہے، یعنی: ’’ر‘‘ چنانچہ حرف ’’ر‘‘ کے تلفظ کے وقت زبان کی نوک میں ارتعاش یا حرکت اور تھرتھراہٹ کی سی کیفیت ہوتی ہے، گویا کہ یہ

حرف بار بار دہرایا جارہا ہو۔

☆ فائدہ : یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ یہاں صفاتِ حروف کے بیان میں حرف ''ر'' کی اس صفت یعنی ''تکریر'' کے بیان سے مقصود یہ ہے کہ اکثر وبیشتر ''ر'' کے تلفظ کے وقت یہ کیفیت پیدا ہوجاتی ہے، یعنی جیسے: أرْرْرْ..... گویا ''ر'' ایک سے زائد بار پڑھی جارہی ہو، لیکن یہ کیفیت دراصل عیب اور نقص ہے جس سے تلاوت کے دوران گریز ضروری ولازمی ہے۔

(٦) تفشّی:

☆ لفظی معنیٰ : انتشار، یعنی پھیلنا۔

☆ اصطلاحی معنیٰ : انتشار الهواء في الفم عند النطق بحرف الشين ، یعنی: حرفِ ''ش'' کے تلفظ کے وقت منہ میں ہوا کا پھیل جانا۔

☆ تفشّی کا حرف : اس کا صرف ایک ہی حرف ہے۔ یعنی: ''ش''۔

(۷) استطالہ:

☆ لفظی معنیٰ : طویل ہونا۔

☆ اصطلاحی معنیٰ : حرف کے تلفظ کے وقت زبان کا شروع سے آخر تک دانتوں اور داڑھوں کے ساتھ لمبائی میں چپک جانا۔

☆ استطالہ کا حرف : استطالہ کا صرف ایک حرف ہے، یعنی: حرف ''ض''۔

مشقی سوالات :

(۱) صفات متضادّہ اور غیر متضادّہ سے کیا مراد ہے؟

(۲) صفاتِ متضادہ کو اصلیہ لازمہ کیوں کہا جاتا ہے؟

(۲) صفات متضادّہ کی تعداد کتنی ہے؟

(۳) صفات غیر متضادّہ کتنی ہیں؟

(۴) کیا کسی ایک ہی حرف میں ایک سے زائد صفاتِ متضادہ پائی جاسکتی ہیں؟

(۵) کیا کسی ایک ہی حرف میں ایک سے زائد صفاتِ غیر متضادہ پائی جاسکتی ہیں؟

(٦) قلقلہ سے کیا مراد ہے؟

(۷) حروفِ قلقلہ بیان کیجئے

(۸) قلقلہ کی اقسام بیان کیجئے۔

صفاتِ حروف کے لحاظ سے ادغام کا بیان :

☆اس سے قبل نون ساکن اور تنوین کے احکام کے بیان میں صفحہ: ۳۷ پر ادغام کا بیان گذر چکا ہے، اور وہاں یہ تفصیل بھی گذر چکی ہے کہ ادغام کے لفظی معنیٰ ہیں: دو چیزوں کو ملا کر ایک کر دینا، جبکہ یہاں علمِ تجوید کی اصطلاح میں ادغام سے مراد یہ ہے کہ دو حرفوں کو اس طرح سے ملا کر ایک کر دینا کہ تحریر میں تو وہ دو حرف ہی ہوں البتہ تلفظ کے وقت ان میں سے صرف ایک کا تلفظ ہو (یعنی دونوں میں سے صرف دوسرے حرف کی آواز آئے)۔

☆ یہاں اب دوبارہ جو ادغام کا بیان ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہاں ابھی مخارجِ حروف اور صفاتِ حروف کا سبق گذرا ہے، اور اس ادغام کا تعلق صفاتِ حروف سے ہے، لہٰذا (نون ساکن اور تنوین کے احکام میں ادغام کے بیان کے باوجود) یہاں اب دوبارہ اس کا بیان ہے۔

☆ صفاتِ حروف کے تعلق سے ادغام کی تین اقسام ہیں: (۱) ادغام المتماثلین (۲) ادغام المتجانسین (۳) ادغام المتقاربین، اس کی تفصیل درجِ ذیل ہے:

(۱) ادغام المتماثلین:

یہ اس وقت ہوگا جب دو کلموں میں ایسی صورتِ حال ہو کہ پہلے کلمہ کا آخری حرف اور دوسرے کلمہ کا پہلا حرف دونوں مخرج اور صفت کے لحاظ سے ایک ہی جیسے ہوں اور ان دونوں میں سے پہلا حرف ساکن ہو، مثلاً: دو ''ت'' ، دو ''ب'' ، دو ''ؤ'' ، دو ''ک'' دو ''م'' ، دو ''ل''۔

☆ادغامِ متماثلین کی چند مثالیں: (فَمَا رَبِحَتْ تِجَارَتُهُمْ) (أَنِ اضْرِبْ

بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ) (آوَوْ وَّنَصَرُوْا) (يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ) (فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ) (قُلْ لَّهُمْ) (اِذْ ذَّهَبَ) ان تمام مثالوں میں ایک ہی جیسے دوحروف یکجا ہوگئے ہیں اوران میں سے پہلا حرف ساکن بھی ہے، لہٰذا ان دونوں متماثلین (ایک جیسے دونوں حروف) کو باہم مُدغم کردیا گیا۔

☆ اگر متماثلین (ایک جیسے دونوں حروف) میں سے پہلا حرف مد ہوتو ایسی صورت میں دونوں کو مُدغم نہیں کیا جائیگا، تاکہ حرفِ مد میں مد کی کیفیت برقرار رہے، جیسے: (فِيْ يَوْمٍ) (حروفِ مد کا بیان اس سے قبل صفحہ:۵۴ پر گذر چکا ہے)

(۲) ادغام المتجانسین:

جب ایسے دوحروف یکجا ہوجائیں جن کا مخرج تو ایک ہی ہو، لیکن صفت مختلف ہو، اور پہلا حرف ساکن بھی ہو، ایسی صورت میں ان دونوں حرفوں کو باہم مُدغم کردیا جائیگا، یہ ''ادغام المتجانسَین'' کہلاتا ہے۔

☆ ادغام متجانسین کی چند مثالیں: اگر یہ دونوں حروف متجانسین دومختلف کلمات میں ہوں تو اس صورت میں یہ ادغام متجانسین درجِ ذیل چھ مقامات میں ہوگا:

(۱) ''دْ'' کا ''ت'' میں ادغام: (لَقَدْ تَّقَطَّعَ) (مَهَّدْتُّ) (قَدْ تَّبَيَّنَ)

(۲) ''ت'' کا ''دْ'' میں ادغام: (أَثْقَلَتْ دَّعَوَااللّٰهَ رَبَّهُمَا) (أُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا)۔

(۳) ''ت'' کا ''طْ'' میں ادغام: (هَمَّتْ طَّآئِفَتَانِ) (آمَنَتْ طَّآئِفَةٌ)

(۴) ''ذْ'' کا ''ظْ'' میں ادغام: (اِذْ ظَّلَمْتُمْ) (اِذْ ظَّلَمُوْا)

(۵) ''ث'' کا ''ذْ'' میں ادغام: (يَلْهَثْ ذَّلِكَ)

(۶) ''ب'' کا ''م'' میں ادغام: (يَا بُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا)

(۳)ادغام المتقاربَین:

جب دو ایسے حروف یکجا ہوجائیں جو مخرج اور صفت دونوں لحاظ سے قریب ہوں (یعنی دونوں کا مخرج اور صفت ایک ہی نہ ہو بلکہ قریب قریب ہو) اوران میں سے پہلا حرف ساکن بھی ہو، تو ایسے میں ان دونوں میں ادغام ہوگا، اس ادغام کا نام ادغامِ متقاربَین ہے، یہ ادغام درجِ ذیل دو مقامات پر ہوگا:

(۱)''ل'' کا''ر''میں ادغام: **(وَقُلْ رَّبِّ) (بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ)**

(۲)''ق'' کا''ک''میں ادغام: **(أَلَمْ نَخْلُقْكُمْ)**

مشقی سوالات:

(۱) ادغام کے کیا معنیٰ ہیں؟

(۲) ادغام متماثلَین، متجانسَین، اور متقاربَین سے کیا مراد ہے؟

(۳) درجِ ذیل کلمات میں ادغام کی اقسام متعین کیجئے:

(فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ) (لَقَدْ تَقَطَّعَ) (وَقُلْ رَّبِّ) (آمَنَتْ طَّائِفَةٌ) (أَلَمْ نَخْلُقْكُمْ) (يَا بُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا) (بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ) (فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ) (قُلْ لَّهُمْ)

☆☆☆

ملاحظہ: أَحَطْتُّ اور بَسَطْتَّ میں بھی''ط'' کا''ت''میں ادغام موجود ہے، لیکن یہاں ادغام کے ساتھ ساتھ حرف''ط'' میں صفتِ اطباق بھی برقرار رہے گی، یعنی''ط'' کو پُر [موٹا] پڑھا جائے گا۔

وقف کے احکام:

☆وقف کے لفظی معنیٰ : رک جانا ٹھہر جانا۔

☆وقف کے اصطلاحی معنیٰ: قرآن کریم کی تلاوت کے دوران کسی مقام پر رکنا، اس کی تفصیل اس طرح سمجھنی چاہئے کہ جس طرح انسان گفتگو کے دوران سانس لینے کی غرض سے رکتا ہے اسی طرح اسے تلاوتِ قرآن کریم کے دوران بھی سانس لینے کیلئے جابجا رکنا پڑتا ہے، یقیناً یہ ایک فطری اور طبعی امر ہے جس میں قطعاً کوئی مضائقہ نہیں ہے، البتہ قرآن کریم کی تلاوت ہو یا عام گفتگو، انسان کا کسی مقام پر رکنا یا نہ رکنا اس کی گفتگو کے معانی ومفاہیم پر اثر انداز ہوتا ہے، مثلاً اگر یوں کہا جائے کہ: ''اٹھو، مت بیٹھو'' تو مطلب یہ ہوگا کہ اٹھنے کا حکم دیا جا رہا ہے اور بیٹھنے سے منع کیا جا رہا ہے، جبکہ اگر یوں کہا جائے کہ: ''اٹھو مت، بیٹھو'' تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اٹھنے سے منع کیا جا رہا ہے اور بیٹھنے کا حکم دیا جا رہا ہے۔

بعینہٖ اسی طرح قرآن کریم کی تلاوت کے دوران بھی مختلف مقامات پر رکنے یا ٹھہرنے سے معانی ومفاہیم متأثر ہوتے ہیں، لہٰذا اصحابِ فن نے اس موضوع پر بہت زیادہ محنت کی ہے اور اس سلسلہ میں ان کی محنت اور تحقیق وجستجو کا ماحصل یہ ہے کہ وقف کی چار اقسام ہیں: (۱) وقفِ تام (۲) وقفِ کافی (۳) وقفِ حسن (۴) وقفِ قبیح، اس کی تفصیل درجِ ذیل ہے:

(۱) وقفِ تام:

وقفِ تام سے مراد ایسے کلمہ پر وقف ہے کہ جہاں اس کے ماقبل کا معنیٰ ومفہوم مکمل ہو جائے

اوراس کے مابعد کا اس سے کوئی لفظی یا معنوی تعلق نہ ہو۔ ہر آیت کے اختتام پر جہاں گول دائرہ بنا ہوتا ہے وہاں وقف تام ہوا کرتا ہے اور یہی وقف کی سب سے افضل شکل ہے۔ اسی طرح کسی قصہ یا سورت کے اختتام پر وقف بھی اسی قبیل سے ہے۔

(۲) وقفِ کافی:

اسے وقفِ جائز بھی کہا جاتا ہے، اس سے مراد ایسی جگہ پر وقف ہے جہاں اس کے مابعد کا اس کے ساتھ لفظی تعلق تو نہ ہو، البتہ معنوی تعلق موجود ہو، یعنی جس جگہ وقف کیا گیا ہے اگر چہ وہاں بات تو پوری ہوگئی ہو لیکن اس کے معنیٰ دوسرے جملہ میں جا کر مکمل ہوتے ہوں، جیسے: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَیْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ....﴾ اس آیت میں ﴿لَا یُؤْمِنُوْنَ﴾ پر وقف کر کے اس کے بعد آگے ﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ....﴾ سے شروع کرنا۔

(۳) وقفِ حسن:

اس سے مراد ایسے مقام پر وقف ہے جہاں اگر چہ بات تو مکمل ہوگئی ہو لیکن اس کے باوجود مابعد کے ساتھ لفظی یا معنوی تعلق برقرار ہو، مثلاً یہ کہ دونوں صفت موصوف ہوں، یعنی جہاں وقف کیا گیا وہ موصوف ہو اور اس کا مابعد اس کی صفت ہو، جیسے: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ یہاں وقف کر کے آگے پڑھنا ﴿اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ﴾ چونکہ اس مقام پر وقف بہتر اور پسندیدہ ہے اس لئے اس کا نام ''وقفِ حسن'' ہے۔

(۴) وقفِ قبیح:

اس سے مراد کسی ایسے مقام پر وقف ہے جہاں معنیٰ نامکمل ہوں، مثلاً: ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ میں (اَلْحَمْدُ) پر وقف کر کے اس کے بعد آگے (لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ)

یا کسی ایسے مقام پر وقف جہاں معنیٰ ومفہوم بگڑ جانے کا اندیشہ ہو، مثلاً: ﴿وَ مَــالِــيَ لَآ أَعْبُـدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ...﴾ میں (وَ مَالِى) پر وقف کر کے اس کے بعد (لَآ أَعْبُدُ الَّــذِيْ فَـطَـرَنِـيْ) سے شروع کرنا۔ یا ﴿اِنَّ الــلّٰــهَ لَايَسْتَـحْيِـيْ اَنْ يَـضْـرِبَ مَثَلاً مَّابَعُوْضَةً﴾ میں (اِنَّ اللّٰهَ لَايَسْتَحْيِيْ) پر وقف کر کے آگے (اَنْ يَضْرِبَ مَثَلا) سے شروع کر دینا۔(۱)

وقفِ قبیح سے اجتناب ضروری ہے۔

مشقی سوالات :

(۱) وقف کے لفظی و اصطلاحی معنیٰ بیان کیجئے۔

(۲) درست مقام پر وقف کی ضرورت و اہمیت بیان کیجئے۔

(۳) وقف کی مختلف اقسام مثالوں کے ساتھ بیان کیجئے۔

☆☆☆

(۱) بعض اہلِ علم نے اس موقع پر ''وقفِ لازم'' کا تذکرہ بھی کیا ہے، جس سے مراد ایسے کلمہ پر وقف ہے کہ جہاں بات مکمل ہوگئی ہو۔ اور اگر وقف نہ کیا جائے تو معنیٰ ومفہوم مکمل تبدیل ہو جانے کا اندیشہ ہو۔ لہٰذا ایسے مقام پر وقف ضروری و لازمی ہے۔ مثلاً: ﴿وَلَايَحْزُنكَ قَولُهُم ، اِنَّ العِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيعاً﴾ [یونس:۶۵] میں " قولُهُم " پر وقف۔ (ملاحظہ ہو: احکام قراءۃ القرآن الکریم۔از: محمود خلیل الحصری۔صفحہ:۲۵۴)۔

وقفِ لازم کے مقام پر قرآن کریم کے اکثر نسخوں میں چھوٹا سا حرف ''م'' تحریر کیا جاتا ہے۔ جس سے مراد ''لازم'' ہے۔

علاماتِ وقف:

گذشتہ صفحات میں وقف کی لفظی واصطلاحی تعریف ، وقف کی اہمیت ، نیز اس کی مختلف اقسام کا تفصیلی تذکرہ کیا گیا ہے، اسی ضمن میں یہاں علاماتِ وقف کا تذکرہ بھی مناسب اور مفید رہیگا، قرآن کریم کے اکثر نسخوں کے آخر میں ان علامات یا رموزِ اوقاف کا تفصیلی بیان موجود ہے، وہاں سے استفادہ کیا جاسکتا ہے، البتہ اس بارے میں مختصر سا تذکرہ درجِ ذیل ہے:

O یہ گول دائرہ آیت کے اختتام پر موجود ہوتا ہے، یہ وقف تام کی علامت ہے، یہاں وقف کر کے نئی آیت کی تلاوت شروع کی جائے۔

م : یہ وقفِ لازم کی علامت ہے، لہٰذا اس پر وقف ضروری ولازمی ہے، ورنہ مطالب ومعانی تبدیل ہوجائینگے۔

ط : یہ وقفِ مطلق کی علامت ہے، یہاں وقف اور وصل دونوں درست ہیں، البتہ وقف بہتر ہے۔

ج : یہ وقفِ جائز کی علامت ہے، یعنی یہاں وقف اور وصل دونوں برابر ہیں۔

لا : وقفِ ممنوع کی علامت ہے، البتہ یہ وضاحت ضروری ہے کہ یہ علامت اگر آیت کے دوران ہو تو وقف جائز نہیں ہوگا، اور اگر یہی علامت گول دائرے (جو کہ آیت کے آخر میں ہوا کرتا ہے) کے اوپر ہو تو اس جگہ وقف یا وصل دونوں درست ہیں۔

صلے : وصل بہتر ہے۔

قلے : وقف بہتر ہے۔

س : (یا: **سکتہ**) یعنی سانس لئے بغیر معمولی سا وقفہ۔

☆ فائدہ :

علاماتِ وقف (یا رموزِ اوقاف) کے بیان میں یہ وضاحت ضروری ہے کہ مختلف کتبِ تجوید میں نیز قرآن کریم کے مختلف نسخوں کے آخر میں ان مذکورہ رموز کے علاوہ مزید چند رموز کا تذکرہ بھی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ محض تکلف ہے اور تکرار ہے، کیونکہ ان میں سے بہت سے رموز ہم معنیٰ ہیں، مثلاً: مـ ۔ قف ۔ **وقـــفة** ۔ وغیرہ، لہٰذا اس تکلف سے بچتے ہوئے محض ضروری رموز کے بیان پر اکتفاء ہی بہتر ہے۔

☆ فائدہ :

۱۳۴۲ھ میں مصر میں ایک لجنہ (کمیٹی) اس مقصد کیلئے تشکیل دی گئی کہ علاماتِ وقف میں موجود تکلف اور تکرار سے بچنے کی غرض سے ان میں سے چند ضروری علامات کو اختیار کر کے باقی غیر ضروری علامات کو ترک کر دیا جائے، چنانچہ اس لجنہ نے جن علامات یا رموز کو اختیار کیا وہ درجِ ذیل ہیں:

مـ ۔ لا ۔ ج ۔ صلی ۔ قلی ۔ س ۔ (۱)

☆☆☆

(۱) ملاحظہ ہو: فنّ التجوید ، از: عزت عبید الدعّاس، صفحہ: ۱۰۰۔

سکتہ کا بیان:

☆لفظی معنیٰ: خاموش ہوجانا، رک جانا۔

☆اصطلاحی معنیٰ: قرآن کریم کی تلاوت کے دوران لمحہ بھر کیلئے سانس روک کر معمولی سا توقف اختیار کرنا، یعنی تلاوت سے رک جانا۔

قرآن کریم میں درجِ ذیل چار مقامات میں سکتہ ہے:

(۱) سورۃ الکہف: ﴿اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِيْ أَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ يَجْعَلْ لَهٗ عِوَجاً قَيِّمًا لِيُنْذِرَ....﴾ (الكهف: ١) اس آیت میں: عِوَجًا پر سکتہ۔

(۲) سورۃ یٰسین: ﴿قَالُوا يَا وَيْلَنَا مَنْ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا هٰذَا مَا وَعَدَالرَّحْمٰنُ...﴾ (يٰسين: ٥٢) اس آیت میں: مَّرْقَدِنَا پر سکتہ۔

(۳) سورۃ القیامۃ: ﴿وَ قِيلَ مَنْ رَاقٍ﴾ (القيامة: ٢٧) اس آیت میں: مَنْ پر سکتہ۔

(۴) سورۃ المطفّفین: ﴿كَلَّابَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوبِهِمْ....﴾ (المطفّفين: ١٤) اس آیت میں: بَلْ پر سکتہ۔

☆ فائدہ: گذشتہ چار مقامات کے علاوہ ایک پانچواں مقام ایسا ہے جہاں تین صورتیں جائز ہیں (۱) سکتہ (۲) وقف (۳) ادغام، یہ پانچواں مقام سورۃ الحاقّہ کی ان دو آیتوں کے درمیان ہے: ﴿مَاأَغْنٰى عَنِّي مَالِيَهْ ۝ هَلَكَ عَنِّي سُلْطَانِيَه﴾ (الحاقّة: ٢٨-٢٩)

☆فائدہ: بعض ماہرینِ فنِ تجوید کی رائے کے مطابق سکتہ اور مد میں باہمی تعلق ہے، جس کا مختصر بیان یہ ہے کہ مدمنفصل کو توسط کے ساتھ پڑھنے کی صورت میں تو سکتہ کے ان مذکورہ کلمات میں سکتہ ہوگا، جبکہ مدمنفصل کو توسط کی بجائے قصر کے ساتھ پڑھے جانے کی صورت

میں ان گذشتہ کلمات میں سے کسی میں بھی سکتہ نہیں کیا جائیگا۔ **واللہ اعلم** ۔

امالہ کا بیان :

☆لفظی معنیٰ : جھکانا، مائل کرنا۔

☆**اصطلاحی معنیٰ** : **تلاوتِ قرآن کریم کے دوران کسی زبر والے حرف کو زیر کی طرف** جھکانا، زبر اور زیر کے درمیان پڑھنا، یا جس طرح اردو میں کسی زیر والے حرف کو مجہول پڑھا جاتا ہے، مثلاً: ''بیکار'' اور ''بے مثال'' میں جس طرح ''بے'' کا تلفظ کیا جاتا ہے، بعینہٖ اسی طرح امالہ ہوگا۔

قرآن کریم میں (روایتِ حفص کے مطابق) صرف ایک جگہ امالہ ہے، یعنی سورہ ہود کی آیت نمبر ۴۱: ﴿**وَقَالَ ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرِيهَا وَمُرْسَاهَا اِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ**﴾ اس آیت میں موجود کلمہ :**مَجْرِيهَا** میں حرف ''ر'' کو امالہ کے ساتھ یعنی مجہول پڑھا جائے گا، جس طرح اردو میں ''کمرے'' اور ''پنجرے'' کہتے وقت ''ر'' کا تلفظ کیا جاتا ہے۔

☆ فائدہ: قرآن کریم کے مختلف نسخوں میں اس مذکورہ کلمہ پر امالہ کی طرف اشارے کی غرض سے مختلف قسم کی علامات موجود ہیں، برِصغیر پاک و ہند میں شائع شدہ اکثر نسخوں میں ''ر'' کے نیچے چھوٹی سی زیر (کھڑی زیر) لگادی گئی ہے، تاکہ دورانِ تلاوت اس طرف توجہ ہو جائے۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ، وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ، وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ ، وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

مراجع

کتاب :	مؤلف :
۱۔ احکام قراءۃ القرآن الکریم	محمود خلیل الحصری
۲۔البرہان فی تجوید القرآن	محمد صادق قمحاوی
۳۔علم تجوید القرآن	محمد ہشام البرہانی
۴۔مرشد المرید الی علم التجوید	محمد سالم محیسن
۵۔التجوید المیسر	عبد العزیز القاری
۶۔فن التجوید	عزت عبید الدعاس
۷۔التبیان فی آداب حملۃ القرآن	یحیی بن شرف النووی
۸۔مباحث فی علوم القرآن	صبحی الصالح
۹۔المنار فی علوم القرآن	محمد علی الحسن
۱۰۔علوم القرآن	عدنان زرزور
۱۱۔جمال القراء وکمال الاقراء	علی بن محمد السخاوی